اردو کا کلاسیکی ادب

نقلیات

از

میر بہادر علی حسینی

مرتبہ

پروفیسر سید وقار عظیم

مجلس ترقیٔ ادب ○ لاہور

جملہ حقوق محفوظ
طبع دوم : مئی ۱۹۶۶ع
تعداد : ۲۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج ، ستارۂ امتیاز
ناظم مجلسِ ترقیِ ادب لاہور

مطبع : زرین آرٹ پریس لاہور
مہتمم : محمد ذوالفقار خان
سرورق : ریڈنگ پرنٹنگ پریس لاہور
قیمت : ~~ایک روپیہ پچیس پیسے~~

بعونِ صانعِ مکین و مکان بفضلِ خلاقِ زمین و زمان

۶۷

اُردو کا کلاسیکی ادب

نقلیات

از

میر بہادر علی حسینی

ناشر

مجلسِ ترقیِ ادب ۲۔ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

مقدمہ

از

پروفیسر سید وقار عظیم

پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ۲۸ × ۲۲ تقطیع پر چھپی ہوئی فورٹ ولیم کالج کی ایک کتاب ہے ، جس کا نام ''نقلیات'' ہے ۔ لائبریری کے کارڈوں میں اسے گل کرسٹ کی تالیف بتایا گیا ہے ، لیکن چوں کہ کتاب پر کوئی سرورق نہیں ، اس لیے پہلی نظر میں یہ فیصلہ دشوار ہے کہ کتاب واقعی کس کی مرتب کی ہوئی ہے ۔ اس کے متعلق کسی قطعی نتیجے پر پہنچنے کے لیے ان معلومات پر نظر ڈالنی ضروری ہے جو گل کرسٹ کی تصانیف اور ''نقلیات'' نام کی کتاب کے متعلق مہیا کی گئی ہیں ۔

محمد عتیق صاحب نے اپنی کتاب ''گل کرسٹ اور اس کا عہد'' میں گل کرسٹ کی تصانیف کے تحت مندرجہ ذیل کتابوں کے نام لکھے ہیں :

۱- انگریزی ہندوستانی لغت ۔
۲- ہندوستانی زبان کے قواعد ۔
۳- ضمیمه (لغت اور قواعد کا) ۔
۴- مشرق زبان داں ۔
۵- The Anti Jargonist.
۶- نو ایجاد ، یعنی نقشۂ افعال فارسی مع مصدرات آں و مترادف ہندوستانی ۔
۷- Hindee Exercises.
۸- The Stranger's East India Guide to the Hindoostani.

or
Grand Popular Language of India.

۹- The Hindoostani Directory or
Student's Introductor.

۱۰- The Hindee Principles.

۱۱- The Hindoostanee Manual or Casket of
India.

۱۲- نقلیات هندی -

۱۳- The Oriental Fabulist.

۱۴- اتالیق هندی یا Moral Preceptor

۱۵- The Hindee Arabic Mirror.

۱۶- The Hindee Roman Orthoepical
Ultimatum.

اس فہرست کے خاتمے پر عتیق صاحب کا جو نوٹ شامل ہے ، اس کے الفاظ یہ ہیں :

"گل کرسٹ نے ۱۸۰۱ع سے ۱۸۰۳ع کے وسط تک مندرجہ بالا بارہ کتابیں تصنیف یا تالیف کر کے شائع بھی کیں - اس فہرست میں اگر اس کی ابتدائی مطبوعات بھی شامل کر لی جائیں تو یہ گنتی بڑھ کر سولہ ہو جاتی ہے ، یعنی گل کرسٹ نے ہندوستان کے دوران قیام میں سولہ کتابیں مرتب کر کے شائع کیں اور یہ سب کی سب کتابیں لسانیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں -"[۱]

"گل کرسٹ اور اس کا عہد" کے صفحہ ۱۹۳ سے ۱۹۷ تک ۶۰ کتابوں کی وہ فہرست درج ہے ، جو گل کرسٹ نے ۹- اگست ۱۸۰۳ع کو کالج کونسل کے سامنے پیش کی - اس فہرست میں

۱- محمد عتیق صدیقی : گل کرسٹ اور اس کا عہد ، صفحہ ۱۹۲ -

فورٹ ولیم کالج کے مصنفین کی ان کتابوں کے نام شامل ہیں جو ان کے نام سے متعارف ہو چکی ہیں ۔ اس فہرست کے شمار نمبر ۱۳ اور ۱۵ پر مطبوعہ کتابوں کے ناموں میں یہ اندراج ہے :

۱۳۔ نقلیات لقانی (اردو ہندی) تارنی چرن متر۔
مولوی امانت‌اللہ ، میر بہادر علی حسینی ،
شیر علی افسوس ، للو لال کوی ۔

۱۵۔ نقلیات (جلد اول) اردو ، میر بہادر علی حسینی

اور شمار نمبر ۲۹ پر زیر طبع کتابوں کے تحت یہ اندراج ہے :

۲۹۔ نقلیات (جلد دوم) میر بہادر علی حسینی

''۱۹ اگست ۱۸۰۳ع کو گل کرسٹ نے ہندوستانی مصنفین اور ان کی تصنیفات کی طویل فہرست پیش کرتے ہوئے کالج کونسل سے سفارش کی کہ . . . کالج کی طرف سے ہندوستانی زبان کے مصنفین کو انعامات دیے جائیں ۔''[۲]

اس فہرست میں 'نقلیات لقانی' اور 'نقلیات' (جلد اول) کی تفصیلات اس طرح درج ہیں :

نام کتاب	صفحات	رقم انعام	مصنف	کیفیت
نقلیات لقانی	۳۰۰	۶۰۰	تارنی چرن متر ، مولوی امانت‌اللہ، سدل مسر پنڈت، میر بہادر علی حسینی ، میر شیر علی افسوس،	اول الذکر تین مترجمین خصوصیت کے ساتھ انعام کے مستحق ہیں کیوں کہ بنگالی ، عربی اور سنسکرت سے ترجمہ

۲۔ گل کرسٹ اور اس کا عہد : صفحہ ۱۶۷ ۔

نام کتاب	صفحات	رقم انعام	مصنف	کیفیت
			سری لال کب (للولال کب)اور غلام اشرف	کرنے کا سارا بوجھ ان هی پر تھا اور ان میں بهی تارنی چرن متر نے سب سے زیادہ محنت کی ۔
نقلیات جلد اول	٦٨	٢٠٠	میر بهادر علی	هیڈ منشی(بهادر علی حسینی)نے اپنے مکان پر (فرصت کے اوقات میں) ان قصوں کو ترتیب دیا اور ترجمه کیا ۔ اس کام میں اور منشیوں سے بھی انهوں نے مدد لی هے ۔
,, جلد دوم	١٢٨	پریس میں		

ان تفصیلات کا مطالعه کرنے کے بعد تین ایسی کتابوں کے نام همارے سامنے آتے هیں ، جن میں نقلیات کا لفظ آیا هے : ''نقلیات هندی'' ، ''نقلیات لقانی'' اور ''نقلیات'' جلد اول و دوم ۔

'نقلیات' کے جس نسخے کا ذکر میں کر رها هوں ، اس میں اردو کا متن ۳۰ صفحے کا هے ۔ گل کرسٹ نے انعامات کے لیے کتابوں کی جو فهرست پیش کی هے ، اس میں نقلیات لقانی میں ۳۰۰ صفحات اور نقلیات جلد اول میں ٦٨ صفحات اور جلد دوم میں ١٢٨ صفحات بتائے گئے هیں ۔ اس تفصیل کی روشنی میں یه نتیجه نکلتا هے که یه کتاب ''نقلیات لقانی'' هرگز نهیں هو سکتی ۔ اس کا نام یا تو نقلیات هندی هے (جیسا که گل کرسٹ کی تصانیف کے شمار نمبر ١٢میں

درج ہے) یا 'نقلیات' جیسا کہ انعامات کی کتابوں والی فہرست میں لکھا گیا ہے ۔ دوسری بات جو فورٹ ولیم کالج کی مطبوعات کی طویل فہرست کو دیکھ کر سامنے آتی ہے[1] ، یہ ہے کہ اس میں 'نقلیات لقانی' اور 'نقلیات' جلد اول اور جلد دوم کے نام تو ملتے ہیں ، لیکن نقلیات ہندی کا نام موجود نہیں ۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ 'نقلیات' ہی وہ کتاب ہے جسے گل کرسٹ کی تصانیف کی فہرست میں نقلیات ہندی کہا گیا ہے ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کتاب کس کی مرتب کی ہوئی ہے ؟ اس لیے کہ ایک طرف تو اس کا نام گل کرسٹ کی تصانیف کی فہرست میں درج ہے اور دوسری طرف بار بار یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس کے مصنف یا مؤلف میر بہادر علی حسینی ہیں[2] ، اور اس کام میں انھوں نے دوسرے منشیوں سے بھی مدد لی ہے[3] ۔

نقلیات کے جس نسخے کا ذکر میں کر رہا ہوں وہ رومن ، دیوناگری اور فارسی رسم الخط میں چھپا ہے ۔ رومن متن کے اخیر میں گل کرسٹ کا لکھا ہوا[4] تقریباً پانچ صفحوں کا ایک اختتامیہ (Postscript) شامل ہے ، جس کا آخری پیراگراف یہ ہے :

> The compiler embraces the opportunity, at the close of the First Volume, of returning his cordial thanks to those gentlemen, who have already contributed to this collection. He will take care to

۱۔ گل کرسٹ اور اس کا عہد ، صفحات ۱۹۳ تا ۱۹۷ ۔
۲۔ گل کرسٹ اور اس کا عہد ، صفحات ۱۷۰ ، ۱۹۳ ، ۱۹۵ ۔
۳۔ گل کرسٹ اور اس کا عہد ، صفحہ ۱۷۰ ۔
۴۔ اختتامیہ کے آخر میں کوئی نام درج نہیں ، لیکن اس کے مطالب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ گل کرسٹ کا لکھا ہوا ہے ۔

insert such tales as came too late for insertion now, in the Second Volume which will probably be published in all February 1803.

اس عبارت سے ایک طرف تو یہ بات ظاہر ہے کہ اس مجموعے میں جو نقلیات (Tales) شامل ہیں وہ کئی آدمیوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ بالکل یہی بات اس گوشوارے کے خانۂ کیفیت میں کہی گئی ہے جو مقدمے کے صفحہ ۵ ، ۶ پر پیش کیا گیا ، لیکن الجھن میں ڈالنے والی یہ بات ہے کہ مذکورہ سطروں میں گل کرسٹ نے اپنے آپ کو مرتب (Compiler) کہا ہے ۔ اس کے برخلاف اس نے ۹ (۱۹؟)[1] اگست ۱۸۰۳ء کو انعامات کی سفارش کرتے ہوئے نقلیات کے مرتب کی حیثیت سے میر بہادر علی حسینی کا نام انعام کے لیے تجویز کیا ہے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ نقلیات کے اصل مرتب میر بہادر علی حسینی ہیں اور انھوں نے اس کتاب کا اصل متن اردو میں تیار کیا تھا ، لیکن بالآخر یہ متن رومن اور دیوناگری رسم الخط میں بھی منتقل کیا گیا اور یہ تینوں متن یک جا کر کے چھاپ دیے گئے ۔ اس خیال کی تائید اس نوٹ سے ہوتی ہے جو عتیق صاحب نے گل کرسٹ کی تصانیف کی فہرست پیش کرتے ہوئے 'نقلیات ہندی' کی تشریح کے سلسلے میں لکھا ہے[2] ۔ اس نوٹ کے الفاظ یہ ہیں :

''یہ کتاب رومن ، ناگری اور فارسی رسم الخط میں چھاپی گئی تھی ۔ اس کی دو جلدیں تھیں ؛ پہلی جلد ۱۸۰۲ء میں

۱۔ عتیق صاحب نے ایک جگہ ۱۹۔ اگست (صفحہ - ۱۶۷) لکھا ہے اور دوسری جگہ ۹۔ اگست (صفحہ ۱۹۴) ''گل کرسٹ اور اس کا عہد'' ۔

۲۔ گل کرسٹ اور اس کا عہد ، صفحہ ۱۹۱ ۔

اور دوسری ۱۸۰۶ع میں شائع ہوئی ۔''

یہ کتاب جسے 'نقلیات' کے بجائے 'نقلیات ہندی' کہا گیا ہے ، مرتب یا مؤلف کے نام کے بغیر چھپی ہے ، لیکن رومن کے متن کے ساتھ جو اختتامیہ شامل ہے ، وہ چوں کہ گل کرسٹ کا لکھا ہوا ہے ، اس لیے اسے حسینی کے بجائے گل کرسٹ کی تالیف سمجھ لیا گیا ۔ قیاس کہتا ہے کہ کتاب اصل میں حسینی نے مرتب کی ۔ ممکن ہے کہ دوسرے منشیوں کے علاوہ ترتیب کے سلسلے میں گل کرسٹ سے بھی مشورہ لیا گیا ہو ۔ خاص کر نقلیات کو رومن رسم‌الخط میں منتقل کرنے کا کام گل کرسٹ ہی نے کیا اور اسی لیے رومن متن کے آخر میں جو اختتامیہ شامل ہے ، اس میں اس نے اپنے آپ کو Compiler کہا ۔

نقلوں کا زیر نظر مجموعہ 'نقلیات' نقلوں کا وہی مجموعہ ہے جس کے متعلق عتیق صاحب نے لکھا ہے کہ ''یہ کتاب رومن ، ناگری اور فارسی رسم‌الخط میں چھاپی گئی تھی ۔'' اب دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کتاب چھپی کس سنہ میں ؟ گل کرسٹ کے یہ الفاظ کہ ''کتاب کی دوسری جلد فروری ۱۸۰۳ع میں چھپے گی'' ظاہر کرتے ہیں کہ نقلیات کی پہلی جلد فروری ۱۸۰۳ع سے پہلے چھپی ، لیکن گل کرسٹ نے اپنے اختتامیہ کے اخیر میں اپنی تحریر کی کوئی تاریخ درج نہیں کی اور کتاب کے سرورق کی غیر موجودگی میں اس کی طباعت و اشاعت کا صحیح مہینہ اور سال متعین نہیں کیا جا سکتا ۔ عتیق صاحب لکھتے ہیں کہ ''اس کی دو جلدیں تھیں ، پہلی جلد ۱۸۰۲ع میں اور دوسری جلد ۱۸۰۶ع میں شائع ہوئی ۔''

انعاموں کی سفارش والے ۹ اگست (۱۹ اگست) ۱۸۰۳ع کے خط کے حوالے کی رو سے ۹ یا ۱۹ اگست تک 'نقلیات' کی پہلی جلد چھپ چکی تھی اور دوسری پریس میں تھی[۱] ۔ ۲۹ اگست ۱۸۰۳ع

۱۔ گل کرسٹ اور اس کا عہد ، صفحہ ۱۷۰ ۔

کو گل کرسٹ نے حکومت کے چیف سیکرٹری مسٹر لمسڈن (Mr. Lumsden) کو کالج کی امداد کے سلسلے میں جو خط لکھا تھا[1] اس میں اُن کتابوں کے نام لکھے گئے ہیں جو اس وقت چھپ رہی تھیں ۔ ان کتابوں میں نقلیات کی دو جلدیں بھی شامل ہیں[2] ۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک پہلی جلد چھپ چکی ہو اور دوسری چھپ رہی ہو ۔ اس لیے سن اشاعت کے متعلق عتیق صاحب کے بیانات (پہلی جلد ۱۸۰۲ع اور دوسری جلد ۱۸۰۶ع) میں سے پہلا تو قرین قیاس معلوم ہوتا ہے ، لیکن گل کرسٹ کے اختتامیے کے اس جملے سے کہ 'دوسری جلد فروری ۱۸۰۳ع میں شائع ہوگی' آسانی سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ پہلی جلد اس سے چند مہینے پہلے چھپی ہوگی ۔

'نقلیات' کے جس نسخے کو میں نے بحث کا موضوع بنایا ہے ، اس کا سائز $\frac{18 \times 22}{8}$ ہے اور جیسا کہ اس سے پہلے کہا گیا ، یہ تین خطوں میں چھپا ہے : رومن ، فارسی اور دیو ناگری ۔ کتاب میں کل ۱۰۸ نقلیں ہیں ، رومن حصہ چالیس صفحوں کا ہے ، ۳۵ صفحوں سے کچھ کم میں نقلیں ہیں اور پانچ صفحوں سے کچھ زیادہ میں گل کرسٹ کا اختتامیہ (Post-script) ۔ رومن حصے کے بعد اردو کا متن ہے جو ۶۳ صفحوں کا ہے ۔ اس کے بعد دیو ناگری متن جو ۴۹ صفحوں کا ہے ۔ تینوں متون میں سے رومن متن مکمل ہے ۔ اردو کے متن کے چار صفحے (۳ ، ۴ ، ۵ اور ۶) غائب ہیں ۔ اس طرح اس میں پانچویں نقل کے نصف آخر سے تیرھویں نقل کے ابتدائی حصے تک کی عبارت موجود نہیں ۔

۱۔ گل کرسٹ اور اس کا عہد ، صفحہ ۱۸۰ ۔
۲۔ گل کرسٹ اور اس کا عہد ، صفحہ ۱۸۲ ۔

دیوناگری متن کے ابتدائی آٹھ صفحے غائب ھیں اور یوں شروع کی ۲۱ نقلیں اور بائیسویں نقل کا ابتدائی حصہ اس متن میں موجود نہیں ، لیکن چوں کہ رومن اور دیوناگری خطوں کی عبارت لفظ بہ لفظ اردو متن کے مطابق ہے ، اس لیے متن مرتب کرنے میں مجھے کسی طرح کی دقت پیش نہیں آئی ۔ تینوں متون کے آخر میں ایک غلط نامہ [رومن ERRATA ، دیو ناگری ग़लत नामा (غلط نامہ)] شامل ہے ۔ اصل متن کو میں نے اس غلط نامے کے مطابق درست کردیا ہے ۔ کتاب دیوناگری متن کے صفحہ ۴۹ پر ختم ہوتی ہے ۔ اس صفحے کی پشت خالی ہے ۔ اگلا صفحہ غلط نامے کا ہے ۔ اس پر صفحے کا نمبر ۵۰ لکھا ہوا ہے ۔ صفحہ ۵۰ کی پشت خالی ہے جس پر فورٹ ولیم کالج کی وہ بیضوی مہر ثبت ہے جو فورٹ ولیم کالج کی دوسری مطبوعات پر ثبت ملتی ہے ۔

اردو متن نستعلیق ٹائپ میں چھپا ہوا ہے ۔ کتاب کے ہر صفحے پر ۱۳ سطریں اور ہر سطر میں ۱۰ سے لے کر ۱۳ تک الفاظ ھیں ۔ ٹائپ کے حروف اور جوڑ پوری طرح واضح ھیں اور کسی ایک حرف کو دوسرے حرف کے ساتھ جوڑنے میں کسی طرح کی دقت کا سامنا نہیں ہوتا ، یہاں تک کہ بعض اوقات دو دو لفظوں کو بغیر کسی ضرورت کے آپس میں جوڑ دیا گیا ہے ۔ اس طرح کے جوڑوں میں جہاں ایک طرف بالکل سیدھے سادے الفاظ کا جوڑ شامل ہے (جیسے کریگا ، دیکر ، آنکے ، آسنے ، تمکو ، کسکا ، لیگیا وغیرہ) وھاں ایسے الفاظ کو بھی مرتب کر دیا گیا ہے جنھیں آپس میں جوڑنا دقت سے خالی نہیں ۔ مثلاً دنونمیں (دنوں میں) ، آپسمیں ، اسواسطے ، باربرداریکا (باربرداری کا) ، جھونپڑیکو (جھونپڑے کو) ، لوگونسے (لوگوں سے) ، آدمیونسے (آدمیوں سے) ، نظرونکا رفیقونمیں ، سپاھیونمیں (سپاھیوں میں) ، ھندوستانمیں (ھندوستان میں) ،

لگچلا (لگ چلا) وغیرہ ۔ دو الفاظ کے آپس میں جوڑ کر چھاپنے میں کسی طرح کا اہتمام ملحوظ نہیں ۔ وهی الفاظ جو ایک جگہ ملا کر لکھے گئے هیں کسی دوسری جگہ الگ الگ بھی لکھے اور چھپے ہوئے ملتے ہیں ۔ مثلاً اس نے ، تم نے ، اس کو ، کس واسطے ، کے واسطے ، ہندوستان میں وغیرہ ۔

جس طرح حروف اور الفاظ کو الگ الگ یا ملا کر لکھنے کے سلسلے میں کسی طرح کا اہتمام نہیں ، اسی طرح اوقاف سے کام لینے کی کوشش کے باوجود ان کے استعمال میں کسی قاعدے یا اصول کی پابندی نظر نہیں آتی ۔ کھڑی اور پڑی لکیر (ا۔) کو جا بجا پورے وقفے (Full stop) کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ، لیکن اکثر جگہ یہ صورت پیش آئی ہے کہ جہاں کسی جملے یا عبارت کے بعد وقفے کی علامت کا ہونا از بس ضروری ہے ، اس لیے کہ اس کے بغیر مفہوم ہی واضح نہیں ہوتا اور بات کا وہ زور بھی ظاہر نہیں ہوتا جو لکھنے والا پیدا کرنا چاہتا ہے ، وہاں یہ علامت موجود نہیں ۔ کہیں کہیں استفہام اور استعجاب کی علامتیں (؟ !) بھی استعمال کی گئی ہیں ، لیکن ان کے استعمال میں کسی طرح کی باقاعدگی یا التزام سے کام نہیں لیا گیا ۔ اہتمام اور التزام اگر ہے تو اعراب کے استعمال کے معاملے میں کہ اس التزام کے بغیر لفظوں کے صحیح تلفظ کا پتا نہیں چلتا اور جن انگریز پڑھنے والوں کے لیے یہ نقلیں مرتب کی گئی ہیں ، ان کے نقطۂ نظر سے اشد ضروری ہے کہ اعراب کے ذریعے لفظوں کے تلفظ کی وضاحت کی جائے ۔ چناں چہ اس معاملے میں پورا اہتمام اور التزام ملحوظ رکھا گیا ہے ۔ 'ے'، 'و' اور 'ن' کے استعمال میں اس اہتمام کی کس حد تک پابندی کی گئی ہے ، اس کا اندازہ کچھ مثالوں کے ذریعے کیا جا سکتا ہے ۔

(الف) 'ے' کی ایک آواز وہ ہے جو 'ایک' اور 'لیک' کے لفظوں میں نکلتی ہے ۔ اس آواز کو ظاہر کرنے

کے لیے نقلیات کے متن میں 'ے' کے اوپر ایک چھوٹا سا حلقہ بنایا گیا ہے ۔ مثال کے طور پر متن میں ذیل کے الفاظ آئے ہیں اور ان میں ہر جگہ آواز کو واضح کرنے کے لیے یہ علامت (ہ) استعمال کی گئی ہے :

ایٛک ۔ میرٛے ۔ کرٛیگا ۔ میٛری ۔ مٛیں ۔ سٛکنے ۔ کلٛیوا ۔ نیکٛ ۔ فرٛیب ۔

(ب) دوسری آواز وہ ہے جو ایسا اور جیسا کی 'ے' میں نکلتی ہے ۔ اس آواز کے لیے جزم کا نشان (^) استعمال ہوا ہے ، جیسے ذیل کے لفظوں میں :

اٛیسا ۔ پٛیدا ۔ لٛیلی ۔ پٛیسے ۔ خٛیرخواہی وغیرہ

(ج) کِیا (فعل ماضی) اور کیا (حرف استفہام) کے فرق کو ظاہر کرنے کے لیے کیا (حرف استفہام) کی 'ی' کے نیچے ایک لمبی لکیر کھینچی گئی ہے، جیسے کہیا اسی طرح کیوں کو کہیوں لکھا گیا ہے ۔

(د) کھاے ، جاے جیسے لفظوں کو بغیر ہمزے کے لکھا گیا ہے ۔

(ہ) آئیے ، جائیے وغیرہ میں کبھی ء اور دو نقطے استعمال کیے گئے ہیں اور کبھی صرف ء ۔ جیسے دلوا دئے یا دلوا دیئے ۔

(و) 'ھے' کو ہر جگہ 'ہی' لکھا گیا ہے ۔

(i) لفظوں کے بیچ میں آنے والے 'و' کی تین آوازوں کو بھی ہر جگہ پوری طرح واضح کیا گیا ہے ۔ مثلاً اَور ، دَولت ، نَوکر ، مَوسم ، کَون ، شَوق اور اَوسان میں

واؤ کے اوپر جزم کی علامت لگائی گئی ہے ، جیسے اوْر ، دوْلت ، نوْکر ، موْسم ، کوْن ، شوْق ، اوْسان ، اوْقات ، فوْجدار وغیرہ ۔

(ii) کو ، تو ، جو اور اس قبیل کے لفظوں میں آنے والے واؤ پر ویسا ہی حلقہ بنایا گیا ہے جیسا ایک اور نیک کی 'ی' پر جیسے کنْو، تنْو ، جنْو ، ہنْو گیا ، کونْئی ، تھونْڑا ، جھونْپڑا ، پڑونْسی ، ٹھٹھونْل ، گونْشت اور بھونْجن وغیرہ ۔

(iii) توُ ، پوُچھا اور خوُب جیسے لفظوں میں 'و' پر کوئی علامت نہیں لگائی گئی ۔

تشدید :

مشدّد الفاظ پر تشدید ہمیشہ اہتمام کے ساتھ لگائی گئی ہے اور اس میں آسان و مشکل اور مانوس و غیر مانوس ، کے درمیان امتیاز نہیں کیا گیا ۔ مثلاً متن میں ذیل کے الفاظ پر تشدید لگائی گئی ہے :

رعیّت ۔ نیّت ۔ کُتّے ۔ پرمیشّر ۔ اتّفاقاً ۔ البتّہ ۔ نوّاب ۔ دکّھن ۔ تاسّف ۔ مُتردّد ۔

ہ یا الف :

اردو میں بعض لفظوں کے املا کے معاملے میں ہمیشہ سے اختلاف رہا ہے ۔ ایسے لفظوں میں خصوصیت کے ساتھ وہ لفظ شامل ہیں جن کے آخر میں الف کی آواز نکلتی ہے ، لیکن اکثر اوقات انہیں الف کے بجائے 'ہ' پر ختم کیا جاتا ہے ، جیسے

راجہ اور لالہ وغیرہ ۔ نقلیات میں اس طرح کے لفظوں کو 'الف' پر ختم کیا گیا ہے اور راجا ، لالا لکھا گیا ہے ۔ ملا دوپیازہ کے نام کو بھی الف پر ختم کیا گیا ہے ۔ بعض اوقات فارسی کے ایسے لفظوں کو بھی جو 'ہ' پر ختم ہوتے ہیں ، 'الف' پر ختم کیا گیا ہے، جیسے ایک نقل میں 'تکیہ' کو تکیا لکھا گیا ہے ۔

'ہ' کا امالہ :

'ہ' پر ختم ہونے والے لفظوں کے بعد حرفِ جار آئے تو بولنے میں 'ہ' کی آواز 'ے' کی آواز بن جاتی ہے ، لیکن بعض علاقوں میں اس آواز کو بدلا نہیں جاتا ، بلکہ لفظ جس طرح لکھا گیا ہے اسے امالے کا لحاظ رکھے بغیر اسی طرح بولا بھی جاتا ہے مثلاً : ''معاملہ میں'' کو ''معاملا میں'' کہا جائے گا ، ''معاملے میں'' نہیں ۔ 'نقلیات' میں بعض موقعوں پر 'ہ' کو بدل کر 'ے' کی صورت دی گئی ہے اور یوں لفظ کو ادا کرنے کے معاملے میں کسی طرح کی غلط فہمی کا اندیشہ باقی نہیں رہتا ۔ مثلاً نقل نمبر ۳۹ میں یہ جملہ آتا ہے : ''اس معاملے میں فایدہ بہت ہے جو میرا گوشت بچے۔'' اسی طرح نقل نمبر ۶۸ کی ابتدائی عبارت یہ ہے : ''ایک آزاد نے حبشی سے سوال کیا ، اوبے کویلے کی صورت!'' لیکن اس اصول کے استعمال میں نہ التزام برتا گیا ہے ، نہ احتیاط سے کام لیا گیا ہے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بعض جگہ جہاں اس طرح کا امالہ ضروری تھا اس سے کام نہیں لیا گیا ۔ مثلاً نقل نمبر ۱۷ کی اس عبارت میں ''ایک جولاہا یہ خبر سنتے ہی اپنے کرگھہ سے اٹھ کر آس کوچے میں آیا'' ، اس جملے میں جس طرح کوچہ کو ''کوچے'' لکھا گیا ہے اسی طرح ''کرگھہ'' کو ''کرگھے'' لکھا جانا چاہیے تھا ۔ یہ مثال تو

التزام قائم نہ رکھنے کی ہے ۔ اب ایک مثال ایسی دیکھیے جہاں امالہ ہرگز درست نہیں ۔ نقل نمبر ۲۲ کا پہلا جملہ ہے : ''ایک فقیر کسی عمدے کی ڈیوڑھی میں گیا''۔ یہاں 'عمدے' کی جگہ عمدہ ہونا چاہیے تھا ۔

تلفظ اور املا کی مطابقت :

بعض لفظ ایسے ہیں جنھیں ہم تلفظ کے مطابق نہیں لکھتے ؛ لوہار اور جولاہا اسی طرح کے لفظ ہیں ۔ بول چال میں ان دونوں لفظوں کے 'واؤ' میں صرف پیش کی آواز نکلتی ہے ، اس لیے پڑھنے والوں کی سہولت کے لیے انھیں 'لُہار اور 'جُلاہا لکھنا چاہیے ۔ 'نقلیات' میں جہاں جہاں یہ لفظ آئے ہیں اسی طرح لکھے گئے ہیں ۔

ن غنہ :

ن غنہ پر ختم ہونے والے بعض لفظوں میں ن غنہ سے پہلے ا ، و یا 'ے' آتے ہیں ۔ ایسے لفظوں میں بعض اوقات 'ن' کی آواز ادا نہیں کی جاتی اور اس لیے بعض اوقات تحریر میں بھی اسے لکھا نہیں جاتا ۔ ایسے کئی لفظوں کی تحریر میں نقلیات میں 'ن' نہیں لکھا گیا ۔ مثلاً نقل نمبر ۳۲ میں ''ماں کا مال'' کو ''ما کا مال'' لکھا گیا ہے ، نقل نمبر ۲۱ میں پاؤں کو پانو[1] لکھا گیا ہے اور کئی نقلوں میں دونوں کو دونو اور کنوئیں کو کنوے ۔

اردو میں فارسی اور عربی کے بہت سے لفظ ہیں ، جن کے تلفظ کے معاملے میں بڑی بے احتیاطی برتی جاتی ہے ۔ 'نقلیات' میں اس طرح کے لفظوں پر بڑے اہتمام کے ساتھ اعراب لگائے گئے ہیں ۔ ان میں سے بعض لفظ متن میں کئی کئی مرتبہ استعمال ہوئے ہیں ،

۱- بعض جگہ اسے 'پاؤں' بھی لکھا گیا ہے (دیکھیے نقل ۱۰۲) ۔

لیکن اعراب ہر جگہ لگے ہوئے ہیں ۔ اس طرح کے چند لفظ یہ ہیں :

"مُصاحِب ۔ سُوال ۔ صاحِب‌زادہ ۔ خجِل ۔ مُطالعہ ۔ سُوار ۔ نَواب ۔ دہقان ۔ مجنون ۔ موجب ۔ عتاب ۔

اپنے انگریزی کے 'اختتامیہ' میں گل کرسٹ نے 'روپے' کے لفظ کے علاوہ بعض اور لفظوں کے مختلف تلفظوں کا ذکر کیا ہے اور اس سلسلے میں اس بات پر زور دیا ہے کہ 'نقلیات' کے متن میں ایسے لفظوں کے مختلف تلفظ استعمال کیے گئے ہیں ۔ چناں چہ 'نقلیات' کی مختلف نقلوں میں روپے کے لفظ کی جو مختلف صورتیں ملتی ہیں ، وہ یہ ہیں :

روپیّا ۔ روْپیا ۔ روْپئے ۔ روْپوں کا توڑا ۔ روْپے ۔

'نقلیات' کے متن میں بعض لفظ اس طرح لکھے گئے ہیں کہ ان میں بظاہرکسی اصول کی پابندی نظر نہیں آتی ۔ ایسے لفظوں میں جن ، ان اور سامنے خاص طور سے قابل ذکر ہیں جنھیں متن میں ہر جگہ جنھ ، آنھ اور سامنھے لکھا گیا ہے ۔ جن مصادر میں علامت مصدری (نا) کے پہلے ن آیا ہے ، ان کے لکھنے میں یکسانی نہیں برتی گئی ، مثلاً ایک جگہ ماننے کو مانّے لکھا گیا ہے۔ یہ لفظ نقل ۵۹کی اس عبارت میں آیا ہے: ''جب اس نے دیکھا کہ یہ عقل کا اندھا مانّے کا نہیں ، ایک ڈلا صابن کا حوالے کیا ۔'' اسی طرح کا ایک مصدر پہچاننا ہے ۔ نقل نمبر ۲۷ میں ''پہچاننے کے واسطے'' کو ''پہچان نیکے واسطے'' لکھا گیا ہے ۔ عبارت کا ٹکڑا ہے ، ''نیک بد کے پہچاننیکے واسطے ۔''

زبان و بیان :

''نقلیات'' کے مرتب کرنے کا مقصد نو وارد انگریز افسروں کو ہندوستان کی عام اور ہردلعزیز زبان سے واقف کرنا ہے ۔ اس مقصد

میں املا اور تلفظ سکھانے کی اہمیت مسلّم ہونے کے باوجود محض فروعی اور ثانوی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ تلفظ اور املا کے پہلو سے ہٹ کر جب ہم ''نقلیات'' کا تجزیہ زبان و بیان کے نقطۂ نظر سے کرتے ہیں تو بہت سی باتیں سامنے آتی ہیں ۔ ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ ان نقلوں میں عام طور سے جو زبان استعمال کی گئی ہے اس میں غیر مانوس اور خصوصیت سے متروک الفاظ اور محاورے استعمال کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے ، اور زبان کو بامحاورہ ، ٹکسالی روزمرہ کے زیادہ سے زیادہ قریب رکھنے کی کوشش کی گئی ہے ، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اس مجموعے کی ۱۰۸ نقلوں میں سے ۲۳ ایسی ہیں جن کی زبان کو دیکھ کر یہ خیال نہیں پیدا ہوتا کہ یہ حکایتیں اب سے ڈیڑھ صدی پہلے کی لکھی ہوئی ہیں ۔ ان نقلوں کی زبان و بیان کی عام شستگی اور صفائی سے قطع نظر لفظوں کی دروبست ، جملوں کی ساخت اور ترتیب میں کہیں کسی طرح کا الجھاؤ نہیں ، اس لیے جو بات کہی گئی ہے وہ فوراً ذہن نشین بھی ہو جاتی ہے اور طبیعت میں انبساط کی کیفیت بھی پیدا کرتی ہے ، جو بات کہنے اور بات سننے والے کی ہم زبانی سے پیدا ہوتی ہے ۔ مثال کے طور پر تین نقلیں پیش کی جاتی ہیں ۔

نقل ۱

ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے پوچھا کہ سب سے بہتر میرے حق میں کیا ہے ؟ عرض کی کہ عدل کرنا اور رعیت کا پالنا ۔

نقل ۴۳

ایک شخص مٹھی میں گیہوں لیے چلا جاتا تھا ۔ کسی نے پوچھا کہ تمھارے ہاتھ میں کیا ہے ؟ بولا ''جان آدم'' ۔ اس نے کہا ''دیکھوں''۔ اس نے دکھا دیے ۔

نقل ۸٦

ایک غلام جاڑے کے موسم میں اپنے میاں کے پیچھے مارے سردی کے کانپتا چلا جاتا تھا ۔ ایک بھلے مانس نے اسے دیکھ کر کہا کہ تو جو اتنی ٹھنڈ کھاتا ہے، اپنے میاں سے کیوں نہیں کہتا ۔ وہ بولا '' کیا میاں کے آنکھیں نہیں ہیں جو میں کہوں ۔''

زبان میں زیادہ سے زیادہ صفائی اور شگفتگی پیدا کرنے اور پڑھنے والوں کے لیے موثر اور دل نشیں بنانے کے لیے 'نقلیات' کے مصنفوں یا مؤلفوں نے لفظوں کے استعمال میں عموماً یہ اہتمام کیا ہے کہ انھیں تحریر کی زبان کے بجائے گفتگو کی زبان کے قریب رکھیں اور نقلوں میں ہر جگہ لفظوں کی وہ صورت استعمال کریں جو بول چال اور روزمرہ کے مطابق ہے ۔ نقل نمبر ۸٦ میں 'آقا' کے لفظ کے بجائے 'میاں' کے لفظ کا استعمال اسی رجحان کی مثال ہے ۔ بعض اور مثالیں ذیل کے جملوں اور فقروں میں ملیں گی :

ایک عورت بے وقوف اپنے پھوھڑپنے سے چلتے ہوئے گر گر پڑتی تھی ۔ (نقل ۷)

کمینہ دولت مند ہوتے ہی نجیب زادے سے آنکھیں لگا چرانے ۔ (نقل ۲۱)

کسی نے کتے سے پوچھا کہ تو رستے میں کیوں پڑا رہتا ہے ۔ (نقل ۳۷)

کئی آدمیوں کو کنارے پر دیکھ کر لگا پکارنے کہ ارے یارو ! (نقل ۵۲)

کہا میرا اونٹ کھویا گیا ۔ (نقل ٦١)

ایک سمرقندی ، بڑی ڈاڑھی والا ۔ (نقل ٦٦)

ایک مغل ، ولایت زا ، ہندوستان میں آ کر بڑا آدمی ہوا ۔ (نقل ٤٢)

ایک عرب کی دو لونڈیاں تھیں ، ایک ثیبّہ ، خوبصورت ۔ دوسری باکرہ ، بد صورت ۔ (نقل ٨١)

ایک مسافر اس کے پاس آ بیٹھا ۔ لگا کھانے (نقل ٨٢)

ایک موٹے لنگڑے نے ایک دبلے پتلے کو پکڑ خوب سا مارا ۔ (نقل ٨٣)

شہر کے باہر میدان میں ایک زمیندار حرامزادہ ایک لاٹھی لیے کھڑا تھا ۔ (نقل ٨٨)

اس نے کہا درست ! تیرے ہاتھ پاؤں کی ملایمت سے معلوم ہوتا ہے ۔ (نقل ١٠٢)

جتنا پکوایا تھا سب کا سب کھا گئے ۔ (نقل ٦)

یہ لگا انھیں چُن چُن کھانے - (نقل ۹٦)

بھونروں کو لگا چبانے - (نقل ۹٦)

جب منہ میں لگے کچر کچر کرنے - (نقل ۹٦)

آج فلانے بادشاہ نے دنیا سے رحلت کی - (نقل ۲۳)

پوچھا کہ یہ کس کا لڑکا ہے جو اتنا آوارہ ہے ، اس نے کہا "فلانے کا" - (نقل ۵۱)

غلام سے کہا کہ فلانے حکیم کے پاس جا کر دوا لا - (نقل ۷۱)

ایک مہاجن کی روکڑ کہیں کو جاتی تھی - رستے میں قزاقوں نے مار لی - (نقل ۸۹)

ایک شخص اس کے جان پہچانوں میں سے وہاں آ نکلا - (نقل ۵۵)

اوپر کی مثالوں میں جلی لفظوں اور ٹکڑوں میں طرح طرح سے روزمرہ کی بےتکلفی پیدا کی گئی ہے اور ایک لفظ کو چھوڑ کر دوسرا لفظ استعمال کر کے یا جملوں میں لفظوں کی ترتیب بدل کے انھیں عام بول چال کی زبان سے قریب لایا گیا ہے - یہ بات ایک اور طریقے سے بھی پیدا کی گئی ہے - مجموعے کی زیادہ نقلوں

میں واقعات اس طرح بیان کیے گئے ہیں کہ معاشرتی زندگی کی مختلف سطحوں کے کردار ایک دوسرے سے خطاب کرتے ہوئے ملتے ہیں اور انداز تخاطب میں ہر جگہ حفظ مراتب کے علاوہ موقع محل کی مناسبت کو پیش نظر رکھتے ہیں ۔ یہ روزمرہ کے سکھانے کا بڑا دلچسپ اور موثر طریقہ ہے ۔ گفتگو کے موقع پر لوگوں کے مرتبے اور منصب کی مناسبت سے جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں ، انھیں مختلف حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔ مثلاً لفظوں کی ایک شق اُن افعال کی ہے جن سے پوچھنے اور بولنے کا مفہوم ادا ہوتا ہے ۔ 'نقلیات' کی مختلف نقلوں میں ان افعال کی جو مختلف شکلیں ملتی ہیں وہ یہ ہیں :

= پوچھا ۔ پوچھنے لگا ۔ سوال کیا ۔ دریافت کیا ۔
= کہا ۔ کہہ دیا ۔ کہنے لگا ۔ بولا ۔ بول اٹھا ۔ عرض کی ۔ عرض کیا ۔ گزارش کی ۔ خدمت میں عرض کی ۔ حضور میں عرض کی ۔ حضور میں آ کر عرض کی ۔ خدمت میں آ کر کہنے لگا ۔ فرمایا ۔ ارشاد کیا ۔ حضرت نے فرمایا ۔
= درست ! واہ واہ ! استغفراللہ ! سبحان‌اللہ ! کیا خوب ! اے وائے وائے !
= بابا ! او بابا ! اچھا بابا ! او بابا سیفو ! خداوند ! کہو حضرت ! آئیے حضرت ! جہاں پناہ ! عالم پناہ ! حضرت سلامت ! صاحب ! ہاں صاحب ! ہاں مہربان ! قبلۂ عالم ! اے عزیز ! بھیا جی ! آغا صاحب ! مہاراج ! پرتھوی ناتھ ! مرزا جی ! حکیم جی ! کیوں ساھو جو ! کیوں مرزا صاحب ! کہو مرزا جی ! کہو بیٹا ! کہو صاحب ! اے کم بخت ! اے بے وحدت ! بی بیو ! اچھا بیٹھو ۔ ہاں ! میں یہی چاہتا ہوں ۔

مبتدی غیر ملکیوں کو زبان سکھانے کے سلسلے میں بعض اور اہتمام اور التزام کیے گئے ہیں ۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ نقلوں میں بار بار اور کثرت کے ساتھ مرادفات کا استعمال ہوا ہے ۔ مختلف نقلوں میں جو مرادف لفظ بار بار آتے ہیں ان کی فہرست درج ذیل ہے :

عدل ۔ عدالت ۔ انصاف ۔
دولت ۔ روکڑ ۔
عمدہ ۔ امیر ۔ دولت مند ۔
محتاج ۔ غریب ۔ کنگال ۔ مفلس
دانا ۔ عقل مند ۔
خفا ۔ ناخوش ۔ برھم ۔ آزردہ ۔ رنجیدہ ۔ چیں بجبیں ۔
دم کھا رہا ۔ چپ ہو رہا ۔ دم بخود ہو رہا ۔
شرمندہ ۔ خجل ۔
اندھا ۔ نابینا ۔
اچنبھا ۔ تعجب ۔
راھی ۔ مسافر ۔
سُوم ۔ بخیل ۔
آقا ۔ میاں ۔
قیمت ۔ مول ۔
شکم ۔ پیٹ ۔
نالش کی ۔ نالشی کی ۔
خوب ۔ اچھا ۔ بہتر ۔
فقیری ۔ گداگری ۔
مُتَرَدِّد ۔ پریشان خاطر ۔

فرق ۔ تفاوت ۔
تقصیر ۔ قصور ۔
حصہ ۔ بخرا ۔
عزیز ۔ یار ۔ آشنا ۔ دوست ۔
خو ۔ عادت ۔
مطلق ۔ بالکل ۔

ان نقلوں میں مرادفات کی اہمیت پر جتنا زور دیا گیا ہے ، اس کا اندازہ اوپر کی مثالوں سے کہیں زیادہ ان پانچ نقلوں (نقل ٧٦، ٧٧ ، ٧٨ ، ٧٩ ، ٨٠) سے ہوتا ہے جن میں ایک ہی نقل الفاظ بدل کر پانچ مختلف طریقوں سے بیان کی گئی ہے ۔ الفاظ کا فرق مندرجہ ذیل گوشوارے سے اچھی طرح سامنے آ جائے گا :

نقل ٧٦	٧٧	٧٨	٧٩	٨٠
پرتھوی پت	راجا	سلطان	بادشاہ	بادشاہ
پُتر	لڑکا	لڑکا	لڑکا	فرزند
گرو	جوتکی	معلّم	آخون	معلّم
سونپو	سونپا	حوالے کیا	سپرد کیا	سونپا
جوتش بدّیا	جوتِک	علم نجوم	ستارہ شناسی	علم نجوم
نِپون	پورا	کامل	پختہ	لاثانی
نِکٹ	پاس	پاس	پاس	حضور میں
پرشرم	دُکھ	—	محنت	محنت
کِرپا	پیار	شفقت	پیار	شفقت
پرکار	باتیں	مدارِج	باریکیاں	مراتب
بدّیا	—	عِلم	—	عِلم
اچھی بھانت	اچھی طرح	اچھی طرح	بخوبی	خاطرخواہ
تیکھی جان چکو	بڑا گنی ہوا	ماہر ہو چکا	دستگاہ پیدا کی	خوب‌مہارت ہو چکی

سنمکھ	سامنے	حضور میں	—	حضور میں
نویدن کیو	کہا	عرض کی	گزارش کی	عرض کی
پری پکَ	چوکَس	فائق	یگانۂ روزگار	لائق و فائق
پرکشا	جانچ	امتحان	آزمائش	امتحان
مریاد سوں	ہاتھ جوڑ کے	آداب بجا لایا	بندگی بجا لایا	آداب بجا لایا
ٹھارو رہیو	کھڑا رہا			
نرپت	راجا	مَلک	بادشاہ	حضرت
مندری	انگوٹھی	انگوٹھی	انگوٹھی	انگوٹھی
کَر	ہاتھ	مُٹھی	مٹھی	مٹھی
چھِدر	چھید	—	سوراخ	سوراخ
پاکھاں	پتھر	پتھر	سنگ	پتھر
نام	ناؤں	اسم	نام	نام
اور	اور	طرف	—	طرف
بھوپت	مہاراج	حضرت	جہاں پناہ	عالم پناہ
نویدن کیو	ہاتھ جوڑکر بولا	عرض کی کہا	ہاتھ باندھ کر	عرض کی
پرتھوی ناتھ	مہابلی	قبلۂ عالم	جہاں پناہ	خداوند
بدّیا	گن	عِلم	ہنر	عِلم
گھات	دوس	قصور	کوتاہی	نَقص
بُدھی	مت	عقل	دانائی	عقل
بھول	چوک	نقصان	کمی	کوتاہی

ان پانچ نقلوں کے ہم معنی یا قریب المعنی لفظوں کو دیکھ کر اول تو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ فورٹ ولیم کالج کے منشیوں نے کسی خاص ہدایت یا منصوبے کے مطابق ایک ہی نقل یا کہانی میں لفظوں کو بدل بدل کر ایک ہی مفہوم کو ادا کرنے

کی کوشش کی ہے اور یوں زبان سیکھنے والے کے لیے ایک بات کے ادا کرنے کی غرض سے مختلف الفاظ اور محاورے بھی مہیا کیے ہیں اور مختلف اسالیب بھی ۔ الفاظ کی اس فہرست کو دیکھ کر ، اور جن جملوں میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں ، انھیں ایک دوسرے کے مقابل میں رکھ کر بدیہی طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ جہاں کہیں مشکل اور غیر مانوس الفاظ استعمال ہوئے ہیں ، جملوں میں بھی تکلف پیدا ہوگیا ہے ، اور یہ بات خصوصیت سے پہلی نقل میں محسوس ہوتی ہے ۔ جن نقلوں میں سنسکرت کے لفظوں کے بجائے فارسی کے لفظ ہیں ، ان میں روانی بھی ہے اور ان سے نقل یا حکایت کی پوری فضا میں زندگی کا رنگ بھی پیدا ہوتا ہے اور دل چسپی بھی ۔ اسی بات سے ایک تیسری بات یہ نکلتی ہے کہ مرادفات کے استعمال میں ایسے لفظوں کی تکرار کی گئی ہے جو عام بول چال اور روزمرہ کا حصہ بن گئے ہیں ۔ ایسے لفظ نقل کے مختلف متنوں میں سامنے آتے ہیں تو ان کی یہ اہمیت واضح ہوتی ہے کہ عام بول چال یا روزمرہ کا جزو ہونے کی وجہ سے وہ ہر طرح کی عبارت میں کھپ جاتے ہیں ، مثلاً بادشاہ ، لڑکا ، معلم ، سپرد کیا ، سونپا ، علم نجوم ، پاس ، محنت ، پیار ، شفقت ، اچھی طرح ، امتحان ، آداب بجا لایا ، انگوٹھی ، سوراخ ، پتھر ، نام ، اور ، طرف ، عرض کی ، علم ، عقل ، کوتاہی ۔ ان سب لفظوں کو ان لفظوں کے مقابلے میں رکھ کر دیکھیے جن پر انھیں ترجیح دی گئی ہے تو ان کی معنوی افادیت اور اہمیت واضح ہو جاتی ہے ۔ **بادشاہ** ، پرتھوی پت ، راجا اور سلطان پر قابل ترجیح ہے ۔ **لڑکا** ، پتر اور فرزند کے مقابلے میں زیادہ وسیع الاستعمال ہے ۔ **علم نجوم** ، ستارہ شناسی اور جوتک کے مقابلے میں ہر سیاق میں استعمال ہونے کی صلاحیت کا حامل ہے ۔ **پاس** ، **محنت** ، **پیار** ، **شفقت** ، **اچھی طرح** ، **امتحان** ،

آداب بجا لایا ، انگوٹھی ، سوراخ ، پتھر ، نام ، طرف ، عرض کی ، علم ، عقل اور کوتاہی آسان ، عام فہم روزمرہ کے الفاظ ہونے کے علاوہ شستہ و شائستہ بھی ہیں ۔

زبان سکھانے اور طالب علموں کے لیے ۱۰۸ نقلوں میں زیادہ سے زیادہ الفاظ مہیا کرنے کی کوشش کا اظہار نقلیات میں ایک اور طرح بھی ہوتا ہے ، نقلوں میں جہاں کہیں بھی ممکن ہوا ہے فارسی ، عربی کے الفاظ بے تکلفی کے ساتھ عبارتوں میں لائے گئے ہیں ۔ چناں چہ خیرخواہی ، بالعکس ، قضاکار ، گرد و پیش ، باردو ، برحق ، متکبر ، متردد ، برہم ، آزردہ ، خجل ، تفاوت ، تقصیر فیصل جیسے الفاظ بڑی بے تکلفی اور روانی کے ساتھ نقلوں میں آئے ہیں ، لیکن کہیں کہیں ایسا بھی ہوا ہے کہ فارسی اور عربی کے یہ الفاظ جس جگہ استعمال ہوئے ہیں ان کے مقابلے میں اس طرح کے زیادہ مانوس الفاظ سے کام چل سکتا تھا جو روزمرہ سے زیادہ قریب ہوں ۔ ذیل کے جملوں کے جلی الفاظ اسی طرح کی مثالیں ہیں :-

۱۲ سپاہی آپس میں کسی شہر کے کوچے میں **خانہ جنگی** کر رہے تھے (نقل ۱۷)

ایک فقیر کسی عمدے کی ڈیوڑھی پرگیا اور گالیاں دینے لگا ، وہ دولت مند ہرگز **چیں بجبیں** نہ ہوا (نقل ۲۲)

قاضی شرمندہ ہو دم **بخود** ہو رہا (نقل ۲۷)

بی بیو ! اس صورت پر یہ **بخرا** مانگتی ہے[1] (نقل ۳۲)

۱- اس نقل میں ایک جملے میں 'حصہ' کا لفظ آیا ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ لکھنے والے نے آگے چل کر 'بخرا' استعمال کیا ۔

کسی عورت نے تاسف سے اپنے خاوند کے خط میں یہ دوھا لکھا (نقل ۳۱)

دو شخص آپس میں متفق ہو کر روزگار کے واسطے کسی ملک کو چلے جاتے تھے (نقل ۳۹)

تھوڑے دنوں میں دروبست اُڑا دیا (نقل ۳۹)

ایک کایستھ بیکاری کے سبب سے نہایت متردد تھا ۔ ایک نے اس سے پوچھا کہ تو اتنا پریشان خاطر کیوں ہے[1] (نقل ۹۸)

صاف کہو جو میری فہمید میں آوے[2] (نقل ۱۰۶)

شاہ کو یہ لطیفہ پسند آیا اور حاکم کو تغیر کیا (نقل ۶۷)

کہاوتیں

ضرب الامثال کسی زبان کے مزاج اور اس کے معاشرتی اور تہذیبی ماحول کا عکس ہونے کے علاوہ بات کی تاثیر میں اضافہ کرنے اور اسے قابل قبول اور دل نشین بنانے کا بڑا کارگر وسیلہ سمجھی جاتی ہیں ۔ نقلیات کے مرتب یا مرتبین نے اس بات کی اہمیت کو اس حد تک محسوس کیا ہے کہ نقلیات کی ۱۰۸ نقلوں میں سے ۵۰ ایسی ہیں جن میں کوئی نہ کوئی ضرب المثل استعمال کی گئی ہے یا کوئی ایسا دوھا یا شعر ، جس کی حیثیت ضرب المثل

۱- یہاں بھی پریشان خاطر کے استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے جملے میں متردد آ چکا ہے ۔

۲- فارسی پسند کایستھوں کی اُردو کے جو نمونے تفریح طبع کے طور پر سنائے جاتے ہیں ، یہ جملہ ان میں ایک دل چسپ اضافے کی حیثیت رکھتا ہے ۔

کی ہے ۔ ان ضرب الامثال میں ۳۳ خالص اُردو کی ہیں ، ۹ ہندی کی ، دو پنجابی کی اور ۵ فارسی کی ۔ شروع کی کہاوتیں نسبتاً آسان ہیں ، مشکل اور پیچیدہ کہاوتیں بعد میں آنے والی نقلوں میں استعمال کی گئی ہیں ۔ ہندی ، فارسی اور پنجابی کی صرف وہی کہاوتیں استعمال کی گئی ہیں جو آسان بھی ہیں اور جن کی عام زندگی میں زیادہ ضرورت پیش آنے کا امکان ہے ۔ کہاوتوں کے علاوہ بعض نقلوں میں (ایسی آٹھ نقلیں ہیں) فارسی کی عبارتیں اور شعر بھی آئے ہیں اور ایک نقل میں عربی کے دو مقولے جن کا ترجمہ اُردو میں کر دیا گیا ہے ۔ ہندی کی کہاوتوں کے لیے نقلیات نمبر ۴ ، ۱۶ ، ۳۸ ، ۵۱ ، ۵۸ ، ۸۹ ، اور ۹۸ ، فارسی کے ضرب الامثال کے لیے نقلیات نمبر ۱۵ ، ۲۲ ، ۳۱ ، ۳۹ ، اور ۵۳ ، پنجابی کی کہاوتوں کے لیے نقل نمبر ۹۱ اور ۹۲ اور عربی کے مقولوں کے لیے نقل نمبر ۸۱ کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے ۔

یہ چند باتیں ہیں جنھیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ نقلیات کی ترتیب میں قدم قدم پر اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ ہر نقل مبتدی غیر ملکیوں کو بعض نئے لفظوں اور محاوروں اور نئی کہاوتوں سے روشناس کرانے کے علاوہ انھیں ان کے استعمال پر قادر بنائے ، اور وہ باتوں باتوں میں یا دل چسپ حکایتیں پڑھتے پڑھتے آہستہ آہستہ اپنے آپ کو اس معاشرتی اور تہذیبی ماحول اور فضا سے قریب ہوتے اور اس کا ایک حصہ بنتے اور کبھی کبھی اس میں گم ہوتے محسوس کر سکیں ۔ اور پھر رفتہ رفتہ انھیں ان نقلوں ، حکایتوں ، چٹکلوں اور لطیفوں میں ان لوگوں کے ذہن اور قلب کا عکس نظر آ سکے ، جن کی زندگی ان کا منبع اور ان کا گہوارہ ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان نقلوں کی زبان کو عموماً اس ٹکسالی روزمرہ اور اس روزمرہ کے محاورے سے قریب رکھا گیا ہے ، جس کا سب سے دل کش نمونہ میر امن کی باغ و بہار میں ملتا ہے ، اور

جس کا لطف کہیں کہیں حیدر بخش حیدری ، شیر علی افسوس اور حفیظ الدین کی تحریروں میں بھی نظر آتا ہے ۔ لیکن نقلیات کی زبان و بیان میں جا بجا وہ حشو و زوائد بھی موجود ہیں ، جو آنیسویں صدی کے شروع کی نثر اور یوں گویا فورٹ ولیم کالج کے سب مصنفین یا اس عہد کے دوسرے مصنفین (مثلاً مجد بخش مہجور اور انشا اللہ خاں) کی تحریروں میں عام ہیں ۔ جملوں میں مبتدا ، خبر ، صفت موصوف ، مضاف مضاف الیہ کی ترتیب ، بعض موقعوں پر حرف جار کا ترک ، بعض جملوں میں علامت مفعول کے طور پر ' سے ' کے بجائے ' کو ' کا استعمال ، محاوروں کا فارسی اصل کے مطابق ترجمہ ، جو سو اور جب تب کا لازم و ملزوم کی طرح اور تب کی جگہ تد ، کسی کی جگہ کسو ، کہ کی جگہ جو ، وہ کی جگہ ' وے پہلے کی جگہ آگے ، آئے ، جائے ہو کے بجائے آوے ، جاوے ۔ ہووے کا استعمال اس زبان کی بعض عام خصوصیتیں ہیں اور فورٹ ولیم کالج کے ہر مصنف کی تحریر میں ملتی ہیں ۔ یہ سب چیزیں ' نقلیات ' کی نقلوں میں بھی ہیں ، لیکن دوسری تحریروں اور نقلیات کی عبارتوں میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ ان میں آن متروکات سے کہیں زیادہ ، جن کی طرف ابھی اشارہ کیا گیا ، لفظوں کے استعمال کی ایسی صورتیں ملتی ہیں جو آج کل کے استعمال سے مطابقت رکھتی ہیں ۔ مثلاً ' کو پوچھا ' اور ' کو کہا ' کے ساتھ بہت سی جگہوں پر ' سے پوچھا ' اور ' سے کہا ' بھی ہے ۔ جہاں چند جملوں میں ' جو ' کو ' کہ ' کی طرح استعمال کیا گیا ہے (مثلاً نقل نمبر ۲ ، ۱۳ ، ۱۶ اور ۱۰۷ میں) اکثر موقعوں پر ' کہ ' استعمال ہوا ہے (آدھی سے زیادہ نقلوں میں ایسا ہے) ۔ بعض جملوں میں ' آ کر ' ' جا کر ' ' کہا کر ' کی جگہ صرف آ ، جا ، اور کہا لکھا گیا ہے ، لیکن اس سے زیادہ جملے ایسے ہیں جن میں فعل اپنی مکمل صورت میں آیا ہے (جیسے نقل نمبر ۵ ، ۱۰ ، ۱۴ ، ۱۷ ،

۱۸ ، ۲۵ ، ۳۱ ، ۳۹ ، ۵۵ ، ۶۲ ، ۶۵ ، ۷۳ ، ۸۳ ، ۹۳ ، ۹۵ ، اور ۱۰۰ میں) ۔ بلکہ کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک ہی نقل میں استعمال کی یہ دونوں صورتیں موجود ملتی ہیں ۔

ایک اور بات بھی قابل بحث ہے ۔ مقدمے کے کسی حصے میں میں نے گل کرسٹ کے اس بیان کا حوالہ دیا ہے کہ ان نقلوں کی تصنیف یا تالیف میں میر بہادر علی حسینی نے دوسرے منشیوں سے بھی مدد لی ہے ۔ میں نے فورٹ ولیم کالج کی چھپی ہوئی اُن سب کتابوں کو ، جن میں کسی نہ کسی طرح نقلیں اور حکایتیں وغیرہ بیان کی گئی ہیں ، اس نظر سے دیکھا کہ شاید ان میں سے کسی میں کوئی نقل ایسی مل جائے جو ' نقلیات ' میں شامل ہو ، لیکن اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی ۔ البتہ ایک چیز ایسی سامنے آئی جس سے گل کرسٹ کے بیان کی تائید ہوئی ۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کو اپنے لندن کے قیام میں حیدر بخش حیدری کی بہت سی مختصر حکایتیں ملی ہیں ۔ ان میں سے چند انھوں نے ' افکار ' کراچی کے افسانہ نمبر ۶۳ع میں چھپنے کے لیے بھیجی ہیں ۔ اُن حکایتوں میں سے دو ایسی ہیں جو نقلیات میں بھی شامل ہیں (نقل نمبر ۱۵ اور ۳۳ نقلیات) ۔ حیدری کی لکھی ہوئی دو اور حکایتیں تھوڑے سے فرق کے ساتھ مجموعۂ نقلیات میں شامل ہیں (نمبر ۹ اور ۲۷ نقلیات) حیدری کی باقی حکایتیں سامنے آئیں گی تو یقین ہے کہ اُن میں بھی کچھ ایسی ہوں گی جو حسینی والے مجموعۂ نقلیات میں شامل کی گئی ہیں ۔

وقار عظیم

یونیورسٹی اورینٹل کالج ، لاہور

۲ - جنوری ۱۹۶۶ع

اختتامیہ

از

گل کرسٹ

ترجمہ از مرتّب

زیر ترتیب نقلوں میں ، میں نے املا کی جو اصلاح شدہ صورت اختیار کی ہے ، مجھے برابر اس کے اچھے اور برے پہلوؤں کا احساس رہا ہے - لیکن چوں کہ املا کی اس صورت میں اچھے پہلو برے پہلوؤں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں ، اس لیے میں اپنی اس کوشش سے (جو اس موضوع پر آخری کوشش ہے) غیر مطمئن ہرگز نہیں ہوں - لیکن ایک لفظ ، جس سے سابقہ پڑا اور جو کسی طرح گرفت میں نہیں آتا ، چاندی کے اس سکے کا نام ہے ، جسے ہم Rupee کہتے ہیں - یہ لفظ واحد اور جمع کے علاوہ فاعلی اور مختلف مفعولی صورتوں میں طرح طرح بولا اور لکھا جاتا ہے—مثلاً روپیا ، روپیہ ، روپیا ، روپیو ، روپئے ، روپے ، روپئوں ، روپیوں ، روپیئوں - اس کے علاوہ اس لفظ میں جہاں کہیں oo کی آواز نکلتی ہے ، وہاں o بول دیا جاتا ہے - oo کی آواز خواہ زیادہ صحیح نہ ہو ، لیکن زیادہ پرانی ضرور ہے ، اس لیے کہ اس لفظ کی اصل روپا ہے ، جس کے معنی ہیں چاندی - تقریباً یہی صورت انگریزی کے لفظ Silvering کی ہے - اسی طرح یہ ، یہ ، وہ اور وہ کے مشتقات گوناگوں صورتیں اختیار کرتے ہیں - یہاں ، یہاں ، ایہاں ، اِہاں ، یہاں ، ہیاں ، وہاں ، وُہاں ، وہاں ، ھُواں ، ایسا ،

ویسا ، آس ، وس ، وغیرہ ۔ آس اور وس کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ان حروف کی اصل صورت یہ اور وہ تھی ، اور ان کی مفعولی صورت یِس اور وِس تھی ۔ لیکن اس بحث کو میں طول نہیں دینا چاہتا ، کہ کہیں اس طرح کی قیاس آرائی ہمیں گمراہ کر کے لسانیات کے وسیع خار زار میں نہ آلجھا دے ۔

طالب علموں کو اس وقت تک اندازہ ہو چکا ہوگا کہ جن حروف کی آواز اصل میں مرکب ہے اور جنھیں میں اب تک مفرد صورت میں لکھتا رہا تھا ، اب ان کی اصل آوازیں واضح ہوگئی ہوں گی ۔ سنسکرت میں قاعدہ ہے کہ دو مرکب ایک ساتھ آئیں تو پہلے حرف کی آواز کو گرا دیا جاتا ہے ۔ میں نے uch-chha، thut-tha، muk-khee (اچھّا ، مکّھی ، ٹھٹھا) جیسے لفظوں کو mukhkhee uchhchha, اور Thuththa (اچھچھا ، مکھکھی اور ٹھٹھھا) نہیں لکھا ۔ اس طرح کی مثالوں میں میں نے Hyphen صرف اس غرض سے استعمال کیا ہے کہ پڑھنے والوں کو اس بات کا اندازہ ہو جائے کہ دونوں حروف میں سے پہلے پر زور دینا ضروری ہے ۔ میں نے املا کا جو طریقہ اس سے پہلے اختیار کیا تھا ، اس میں لفظوں کی صحیح صورت واضح نہیں ہوتی تھی اور اس لیے پڑھنے والے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے تھے ۔ نقلوں میں بہت سے لفظ ایسے ملیں گے ، جن پر اسی اصول کا اطلاق ہوتا ہے ، جس کا اوپر والی مثالوں میں ۔ اس کے علاوہ بہت سے لفظ اور بھی ملیں گے ۔ ان تمام لفظوں کے املا میں یہ عام قاعدہ کام کرتا ہے کہ جب طویل حروف علّت کھینچ کر نہ پڑھے جائیں تو ان کے بعد آنے والے حرف صحیح کی آواز مشدّد ہو جائے گی ، جیسے باتی سے بتّی ، چادر سے چدّر ، چاکو سے چکّو ، ماٹی سے مٹّی یا مٹّی ۔

بول چال میں مصادر کے پہلے حرف پر a کی آواز u کی آواز بن جاتی ہے ۔ جیسے Pakna 'rakhna اور Chakhna بول چال میں Chukhna 'Pukna Rukhna' ہو جاتا ہے ۔ یہ بات خاص طور سے یاد رکھنے کی ہے کہ مسلمان اپنے تلفظ میں اس تشدید کو پوری طرح ادا کرتے ہیں جو رکّھا ، پکّا اور چکّھا میں موجود ہے ۔ اس کا سبب تلاش کرنے کی کوشش کی جائے تو اس کے سوا کوئی اور نتیجہ نہیں نکلتا کہ جن مصادر کا ابھی ذکر کیا گیا ، ان کی اصل صورت 'Pukkna اور Rukhkhna تھی ۔ لیکن چوں کہ مقامی باشندے اس معاملے میں اتفاق رائے نہیں رکھتے اس لیے اس بحث کو میں آئندہ تحقیق پر ملتوی کرتا ہوں ۔

کچھ عرصے سے ہم نے یہ طریقہ بھی اختیار کیا ہے کہ عربی کے بعض الفاظ کے آخری حرف پر جو تشدید ہے ، اسے املا میں بھی ظاہر کیا جائے ۔ ایسا کرنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس طرح عربی کے قاعدے سے مطابقت قائم رہتی ہے ، اور دوسری یہ کہ اس طرح اصل الفاظ اور ان کے مشتقات میں ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے ۔ مثلاً دقّ ، ردّ ، حِسّ اور حدّ سے مدقوق ، مردود ، محسوس ، محدود وغیرہ ۔

یہ الفاظ (دق ، رد ، حس اور حد وغیرہ) پہلے تشدید کے بغیر لکھے جاتے تھے ، اس لیے مبتدیوں کے لیے اسم مفعول کی صورت (مدقوق ، مردود ، محسوس ، محدود) سخت الجھن کا موجب ہوتی تھی ۔ آئندہ یہ صورت پیش نہیں آئے گی ۔ خصوصاً ان لوگوں کے لیے جو کبھی کبھی میرے اس Hindee Arabic Table کا مطالعہ محنت اور توجہ کے ساتھ کرتے رہیں جو حال ھی میں شائع ہوا ہے ۔ تحریر میں کہیں آخری حرف پر تشدید لگی ہوئی نہ ملے تو اسے محض سہو سمجھنا چاہیے ۔ جو قاری یہ محسوس کریں کہ میرے

اختیار کیے ہوئے املا کے طریقے میں کہیں کہیں ہم آہنگی نہیں ہے تو وہ پچھلے صفحات کو غور سے پڑھیں ۔ انھیں اندازہ ہو جائے گا کہ جن موضوعات میں سُرے سے قواعد کا وجود ہی نہ ہو ، ان میں قواعد کی یکسانی اور مطابقت پیدا کرنا کس قدر ناممکن ہے ۔ یہ فیصلہ کرنا کہ Shirmundu Shurmundu 'Shurmindu اور Shirmindu میں سے کون سا زیادہ صحیح ہے ، میرے دائرۂ عمل میں شامل نہیں ۔ البتہ یہ بات میرے فرائض میں داخل ہے کہ املا میں ان چاروں صورتوں کو ظاہر کروں تاکہ جو قواعد میں نے اب تک بیان کیے ہیں ، ان کی صداقت بھی واضح ہو جائے اور پڑھنے والوں کو ایک ہی لفظ کے ان سب تلفظوں کا علم بھی ہو جائے ، جن سے انھیں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں سابقہ پڑے گا ۔ جب کسی زبان میں حروف آپس میں اس طرح متبادل ہوں جیسے ہندوستانی اور دوسری مشرقی زبانوں میں ، تو یہ بحث کبھی ختم نہ ہونے والی بحث بن جاتی ہے ۔ مثال کے طور پر Khenchna Khuenchna اور Kheenchna میں یا Khoorshued'Khoorshed اور Khoorsheed میں ۔ بعض اوقات میرے ساتھ بھی یہ صورت پیش آئی ہے کہ بعض لفظوں کی نئی اور عجیب و غریب صورت دیکھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا ۔ لیکن جب منشی صاحبان نے کسی مستند لغت کا حوالہ دے دیا تو میں مطمئن ہو گیا ۔ مجھے توقع ہے کہ ذہین قاری کا طرز عمل بھی یہی ہو گا ۔

اگر نقلوں[1] کے اس مجموعے کو قارئین نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا تو مرتب ایسے ہی مزید مجموعے مرتب کرنے کا ارادہ رکھتا ہے ۔ مشرق میں کہاوتوں اور محاوروں کے مفہوم اور

۱۔ گل کرسٹ نے اس جگہ Stories کا لفظ استعمال کیا ہے ۔

مذہب ، اخلاق ، علوم ، فنون ، قوانین اور رسم و رواج میں اتنا گہرا تعلق ہے کہ ہندوستانی زبان کے ہر طالب علم کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں اس قوم کی زندگی کے گوناگوں پہلوؤں سے واقف ہونے کے موقعے ملیں گے ، جس کے ساتھ اسے کئی برس تک زندگی بسر کرنی ہے ، اور اس طرح اسے اس زبان کے محاورے اور روزمرہ سے شناسائی حاصل ہوگی ، جو اس ملک کے اکثر رہنے والوں کی زبان ہے ۔ صرف اسی نقطۂ نظر سے میں نقلوں کا یہ مجموعہ مرتب کر کے خوشی محسوس کر رہا ہوں ۔ میں آئندہ بھی ایسے مجموعے مرتب کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں ، اس لیے اگر مختلف حضرات مجھے ہندوستانی زبان میں لکھی ہوئی طبع زاد یا ترجمہ شدہ دل چسپ حکایتیں ، نقلیں اور کہانیاں ارسال فرماتے رہے ، بشرطیکہ وہ اخلاق اور شائستگی کے خلاف نہ ہوں ، تو میں انھیں شکریے کے ساتھ ان مجموعوں میں شامل کروں گا ۔ اس مجموعے میں میں نے نقلوں کا انگریزی ترجمہ شامل نہیں کیا ۔ (آئندہ اشاعتوں میں بھی یہی کیا جائے گا) اس لیے کہ اس طرح اس ذہنی سستی اور سہل انگاری کو تقویت پہنچتی جس کا شکار میرے ہم وطن ہندوستان میں داخل ہونے کے بعد ہو جاتے ہیں ، اور جس میں ہندوستان کی گرم آب و ہوا اور اس سے بھی بڑھ کر دوسروں کی مثال اور زیادہ اضافہ کرتی ہے ۔ جہاں تک ہندوستانی زبان کا تعلق ہے ، میرے دعوے کے صحیح ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں کو اپنے سرکاری منصب کے لحاظ سے اس عام زبان میں ماہر ہونا چاہیے تھا ، وہ سب الاماشاء اللہ اس سے قطعاً ناواقف ہیں ۔ اس سے بھی زیادہ بُری بات یہ ہے کہ ان افسروں کے ہندوستانی مُعلّم اس جہالت کو مستقل بنانے میں مصروف ہیں ۔ اس سلسلے میں مجھے جو براہ راست تجربے ہوئے ہیں ، ان کی بنا پر

میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ایک منشی ایسا ہے جو قواعد کے اصولوں کے مطابق ہندوستانی زبان سکھانے کا اہل اور خواہش مند ہے، تو ننانوے منشی ایسے ہیں جو ہمیں فارسی اور عربی پڑھانا چاہتے ہیں - جس زبان کو ہندوستان کی عام زبان کہنا چاہیے[۱] اس کے پھیلانے کے سلسلے میں بہت سی رکاوٹیں ہیں جو برابر بڑھتی جا رہی ہیں - ان رکاوٹوں کو دور کرنے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے میں نے یہ مجموعہ مرتب کیا ہے اور مجھے توقع ہے کہ میری یہ کوشش بار آور ثابت ہوگی - میں پورے یقین کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ برطانوی ہندوستانی سلطنت (British Indian Empire) کی عام فلاح اور ترقی کا اس بات سے بڑا قریبی تعلق ہے کہ ہم ہندوستان کی کارآمد زبانوں میں کس حد تک مہارت پیدا کرتے ہیں - زبانوں کا وسیلہ ہی وہ واحد وسیلہ ہے جس کی مدد سے ہم ان فریب آمیز غلطیوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں جو مقامی کردار سے ناواقفیت کی بنا پر ہم سے سرزد ہوتی ہیں - ہندوستان جیسے ملک میں مقامی سورماؤں (اس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں) کے لیے یہاں کے رہنے والوں کے دلوں میں احترام اور تقدس کے جو جذبات ہیں، بد قسمتی سے ان کا تصادم اگر عدل، احترام، شائستگی اور توجہ کے ان اوصاف سے ہو جائے جو محکوم قوم کے دل میں حاکم قوم کے قومی حقوق، روح اور کردار کے لیے ہونا چاہیے تو اس کا جو مہلک نتیجہ نکلے گا، اس کا اندازہ لگانا دشوار نہیں - خیر کی انتہا حقیقی شرّ بن جاتی ہے اور ہندوستان جیسے علاقوں کے متعلق یہ کہنا مشکل ہے کہ تشدد بڑا شر ہے یا درگزر - تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا

۱- گل کرسٹ نے اسے Popular Speech of Hindoostan کہا ہے -

جا سکتا کہ دوسرے نازک مرحلوں کی طرح اس مرحلے پر بھی اعتدال کا راستہ سب سے اچھا راستہ ہے ۔

پہلی جلد کے خاتمے پر مرتب ان سب حضرات کا دلی شکریہ ادا کرتا ہے ، جن کی تحریریں اس مجموعے میں شامل ہیں ۔ جو نقلیں (Tales) دیر میں موصول ہوئیں انھیں دوسری جلد میں شامل کر لیا جائے گا ، جو غالباً فروری ۱۸۰۳ع میں شائع ہوگی ۔

نقلیات

تالیف

میر بہادر علی حسینی

ترتیب و حواشی

پروفیسر سید وقار عظیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقلیات

نقل ۱

ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے پوچھا کہ سب سے بہتر میرے حق میں کیا ھے ۔ عرض کی کہ عدل کرنا اور رعیّت کا پالنا ۔

نقل ۲

ایک شخص نے ایک کو کہا کہ تُو تو آگے محتاج تھا ، ایسا کیا کام کیا جو دولت مند ہوگیا ۔ جواب دیا کہ جو کوئی اپنے آقا کی خیرخواہی کرے گا سو تھوڑے ھی دنوں میں مال دار ہوگا ۔

نقل ۳

ایک نے کسی سے پوچھا کہ آگے تو بہت غریب تھا اتنی دولت کہاں سے پائی ۔کہا نیت میری بخیر تھی اللہ نے مجھے دی ۔

نقل ۴

ایک عمدہ کے گھر میں آگ لگی ، سارا اسباب جلنے لگا ۔ نوکروں نے عرض کی خداوند ہم کیا کیا نکالیں ۔ تب وہ پکار کر کہنے لگا بھائی ! اِس مثل پر کان لگاؤ ۔ آگ لگتے جھونپڑے جو نکلے سو لابھ ۔

نقل ۵

کسی کا گھر جاڑے کے موسم میں جلنے لگا ۔ ایک غریب پڑوسی وہاں آ کر تاپنے[1] لگا ۔ یہ حالت دیکھ کے ایک ٹھٹھول نے کہا کیا خوب ۔ کسی کا گھر جلے کوئی تاپے ۔

نقل ۶

ایک شخص نے دو تین آدمیوں کی دعوت کی ۔ کھانے کے وقت دس بیس آئے ، جتنا پکوایا تھا سب کا سب کھا گئے ۔ یہ بے چارہ اپنے لڑکوں سمیت رات بھر بھوکا رہا ۔ صبح کو اس کے بیٹے نے عرض کی کہ بابا ! یہ مثل ہمارے آگے آئی ۔ ''تین بلائے تیرہ آئے دیکھو یہاں کی ریت ، باہر والے کھا گئے اور گھر کے گاویں گیت ۔ ''

نقل ۷

ایک عورت بے وقوف اپنے پھوہڑپنے سے چلتے ہوئے گر گر پڑتی اور اپنی نزاکت پر بہانہ دھرتی ۔ کسو نے دریافت کیا کہ یہ آپ سے گرتی ہے اور نزاکت کو بدنام کرتی ہے ۔ ہنس کر کہنے لگا ، سچ ہے ''ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا ۔''

نقل ۸

احمد سلطان اپنی فوج کو ماہ بہ ماہ درماہہ دیا کرتا اور اپنے لشکر کے سرداروں کو دونوں وقت ساتھ کھلایا کرتا اور محمود سلطان اس کے بالعکس کیا کرتا ۔ ایک دن آپس میں لڑائی

۱۔ متن میں سینکنے چھپا تھا ۔کتاب کے آخر میں جو غلط نامہ لگایا گیا ہے اس میں سینکنے کی جگہ تاپنے کر دیا گیا ہے ۔

ہوئی ۔ احمد کی فتح ہوئی ، محمود کی شکست ۔ لوگوں نے پوچھا اس کا کیا سبب؟ کسی نے عوام میں سے جواب دیا کہ جس کی دیغ اس کی تیغ ۔

نقل ۹

ایک سپاہی نے کسی طالب العلم کو بیگار پکڑا اور اپنے کپڑوں کی گٹھری اس کے سر پر دھردی ۔ جب اس نے اپنے آگے دھر لیا ، تب ایک ٹھٹھے باز نے طالب العلم سے پوچھا کہ تم نے اس کی مزدوری کیا پائی ؟ بولا یہ مثل تم نے نہیں سنی ”زبردست کا ٹھینگا سر پر ۔“

نقل ۱۰

ایک شخص نے اپنا لڑکا تربیت کے واسطے ایک شخص کو سپرد کیا ۔ ہر چند اس نے چاہا کہ وہ ارسطو ہو ، نہ ہوا ۔ ایک مدت کے بعد لڑکے کے باپ نے آ کر اس سے پوچھا کہ کہو حضرت ! میرا لڑکا کچھ درست ہوا ؟ اس نے کہا کہ تمھارے لڑکے کی وہی نقل ہوئی ”نیم نہ میٹھا ہوئے سینچ گڑ گھی سے ۔“

نقل ۱۱

نقل ہے کہ ایک نے ایک سے کچھ چیز مانگی ۔ اس نے وہیں جواب دیا کہ میں نہ دوں گا ۔ وہ بولا کہ ٹک تو ٹھہر کر جواب دیا ہوتا ۔ اس نے کہا کہ تم نے یہ مثل نہیں سنی ”سخی سے سوم بھلا جو ترت دے جواب ۔“

نقل ۱۲

ایک شخص بادشاہ کے عین قلعے کے نیچے لوٹا گیا ۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ جہاں پناہ ! مجھے قزاقوں نے حضور کے قلعے کی دیوار کے نیچے لوٹ لیا ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ

تو ہوشیار کیوں نہ رہا ؟ بولا کہ غلام کو معلوم نہ تھا کہ حضرت کے زیر جھروکے کے مسافر لوٹے جاتے ھیں ۔ بادشاہ نے کہا ''کیا تو نے یہ مثل نہیں سنی ؟ چراغ کے نیچے اندھیرا ۔''

نقل ۱۳

دو شخص اپنے شہر سے تباہ ہو کر کسی ملک میں گئے ۔ جو پڑھا تھا سو اس حالت میں بھی پڑھاتا تھا اور پیسے پیدا کرتا تھا اور جو ہنرمند تھا سو مارے مُفلسی کے مرتا تھا ۔ کیونکہ وہ تو لیٹے لیٹے بھی پڑھا سکتا تھا اور اس کا کام بے ھاتھ پاؤں کے ہلائے ہو نہ سکتا تھا ۔ پس لازم ھے کہ پڑھنا سیکھیے کہ یہ سب سے بہتر ھے ۔

نقل ۱۴

دو کاریگر کسی ملک میں جا کر ایک بادشاہ کے نوکر ہوئے ۔ ایک نے تو اپنا ہُنر یہ دکھلایا[1] جو کاغذ کی مچھلی بنا کر پانی میں تِرائی اور دوسرے نے فولاد کی ٹکلی بے ہوا نکھ پر اُڑائی ۔ بادشاہ اُن کے کسب سے خوش ہوا اور ہر ایک کو انعام دے کر رُخصت کیا ۔

نقل ۱۵

ایک شخص کُتے کو بہت پیار کیا کرتا تھا ۔ کسی نے اس سے پوچھا تم کُتے کو کیوں اتنا چاھتے ہو؟ اس نے جواب دیا کیا تم نے یہ مثل نہیں سنی کہ سگِ حضور بہ از برادرِ دور ۔

نقل ۱۶

ایک راجا نے کسی کنگال برھمن سے پوچھا کہ مجھے اور تجھے بھوجن اور کلیوا کون کرواتا ھے ؟ اس نے جواب دیا کہ

۱۔ متن میں ''دیکھلایا'' درج ھے ۔

پرمیشر۔ پھر پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے جو مجھ کو اس زیادتی سے اور تجھ کو اس کمی سے - باھمن بولا مہاراج یہ دوھا کیا تم کو نہیں پہنچا ’’ رام جھروکے بیٹھ کر سب کا مُجرا لے - جیسے جاکی چاکری ویسا واکو دے -‘‘

نقل ۱۷

دو سپاھی آپس میں کسی شہر کے کوچے میں خانہ جنگی کر رہے تھے - ایک جُلاھا یہ خبر سنتے ھی اپنے کرگھے سے اٹھ کر اس کوچے میں آیا اور تماشا دیکھنے لگا - قضا کار ایک تلوار جو دوسرے کے سر سے آچٹی تو جُلاھے کے آلگی - مَثل کرگھہ چھوڑ تماشے جائے ، ناحق چوٹ جُلاھا کھائے -

نقل ۱۸

دو چار چور رات کو جمع ھو کر کسی سپاھی کی حویلی کو چلے - کسو طرف سے جب اس کے اندر جانے کا قابو نہ پایا تو دروازے کی چول اکھاڑنے لگے - اتفاقاً ان کی آہٹ سے وہ سپاھی چونک اٹھا اور کھنکھارنے لگا - تب وے ھنس کر کہنے لگے

ھوگی کب تک بچا خبرداری
چور جاتے رہے کہ آندھیاری

نقل ۱۹

ایک شخص روزگار کے واسطے اپنے شہر سے کسی مُلک کو چلا - راہ میں ایک کوئے[1] پر بیٹھ کر کہنے لگا کہ ایک کھاؤں کہ دونوں - اتفاقاً اس کوئے میں دو پریاں رہتی تھیں - اُنھوں نے یہ جانا کہ کوئی راکس ہے ، ھمیں کھایا چاھتا ہے - اس دھشت سے ایک ایک توڑا روپوں کا لائیں اور اس مُسافر کے سامھنے رکھ گئیں - وہ مالِ مفت لے کر اپنے گھر شوق سے چلا گیا -

---

۱- مقدمے میں اس لفظ کے املا پر بحث آ چکی ہے -

نقل ۲۰

ایک شخص نے کسی دانا سے کہا کہ عقل مند جاہل کو بہت بُرا جانتا ہے ۔ دانا نے اسے جواب دیا کہ جیسی اُس کو اِس سے نفرت ہے ویسی ہی اِس کو اُس سے وحشت ۔

نقل ۲۱

ایک کمینے اور بھلے آدمی سے اِفلاس میں دوستی ہوئی ۔ کمینہ دولت مند ہوتے ہی نجیب زادے سے آنکھیں لگا چرانے ۔ تب وہ خفا ہو کر بولا یہ سچ ہے کہ کمینے کی دوستی جیسی بالو کی بھیت ۔

نقل ۲۲

ایک فقیر کسی عمدے کی ڈیوڑھی پر گیا اور گالیاں دینے لگا ۔ وہ دولت مند ہرگز چیں بہ جبیں نہ ہوا بلکہ کچھ اُس کو روپے دلوا دیے ۔ ایک مُصاحب نے پوچھا حضرت سلامت یہ کیا بولا نیکی نیک را بَدی بَد را ۔

نقل ۲۳

ایک مُرید اپنے پیر کی خدمت میں آ کر کہنے لگا کہ پیر مُرشد ! آج فلانے بادشاہ نے دنیا سے رحلت کی اور اس کی جگہ فلانا شخص بادشاہ ہوا ۔ یہ خبر سنتے ہی پیر ہنسا اور کہنے لگا بابا !

دید دُنیا کا دم بَدم کیجے
کس کی شادی و کس کا غم کیجے

نقل ۲۴

کسی شخص نے مجنوں سے پوچھا کہ خلافت حق حضرت امام حسین؏ کا ہے یا یزید پلید کا ۔ مجنوں نے کہا اگر فی الحقیقت

پوچھو تو لیلی[1] کا ہے ۔

نقل ۲۵

کوئی شخص ایک بکرا کسی جگہ سے لوٹ کر لایا اور دوست سے اپنے کہ وہ نہایت دانا اور ظریف تھا ، پوچھا کہ اس کو حلال کرنا دُرست ہے ؟ اُس نے کہا نہیں مگر جھٹکا ۔

نقل ۲۶

ایک آزاد کسی قاضی کے گھر گیا ۔ دیکھا کہ قاضی کی داڑھی نہایت بڑی ہے ۔ سُوال کیا کہ او بابا آل عیال والے کچھ مولا نام کا بھی ہے ۔ قاضی ناخوش ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا ۔ تب آزاد نے کہا ''بابا! کان مت دبا ۔'' لاچار ہو قاضی نے کچھ دلوا دیا ۔ تد آزاد بولا کہ بابا کیوں نہ ہو، آخر غازی مرد ہے ۔ قاضی بہت شرمندہ ہو ، دم کھا رہا ۔

نقل ۲۷

ایک آدمی قاضی قوی کے گھر گیا ۔ اتفاقاً وہ وقت نماز کا تھا ۔ قاضی نے کہا آئیے حضرت آپ بھی نماز پڑھیے فقیر نے کہا بابا کیا کیجیے شیطان قوی ہے ۔ قاضی شرمندہ ہو دم بخود ہو رہا ۔

نقل ۲۸

اکبر نے بیر بل سے پوچھا کہ لڑائی کے وقت کیا کام آتا ہے ؟ بیر بل نے عرض کی کہ جہاں پناہ ! اوسان ۔ بادشاہ نے کہا ہتھیار اور زور کیوں نہیں کہتا ۔ بیر بل نے کہا جہاں پناہ ! اگر اوسان خطا ہو جاوے تو ہتھیار اور زور کس کام آوے ۔''

۱۔ قیاس کہتا ہے کہ یہاں ' لیلٰی' ہونا چاہیے، لیکن تینوں متون میں لیلی چھپا ہے ۔

نقل ۲۹

فیضی کو کتّوں سے بہت شوق تھا ۔ اکثر اوقات گرد و پیش بیٹھے رہتے تھے ۔ ایک دن اسی حالت میں عرفی آ وارد ہوا اور ظرافت سے پوچھا ایں صاحب زادگان چہ نام دارند فیضی نے جواب دیا کہ همیں عرفی ۔ بہ مُجرّد عرفی نے کہا ''مبارک''۔ فیضی خجل ہو چُپ ہو رہا ، اس واسطے کہ اُس کے باپ کا یہی نام تھا ۔

نقل ۳۰

نعمت خاں نے کسی کام کے واسطے بادشاہ کو عرضی دی ۔ شاہ نے مطالعہ کر کے پھیر دی ۔ نعمت خاں نے مایوس ہو کر پھاڑ ڈالی ۔ بادشاہ برہم ہوا ۔ نعمت نے عرض کیا کہ جہاں پناہ پس دادند ، من پارہ کردم ، موجب عتاب چیست ۔ شاہ ، شرمندہ ہو چپ ہو رہا ۔

نقل ۳۱

کسی مُغل کے پڑوس ایک کُمھار رہتا تھا ۔ اس کا گدھا نہایت مست تھا ، رینکا کرتا ۔ مُغل بہت ناخوش ہوتا ۔ شب و روز حق تعالیٰ سے دعا مانگتا کہ یا اللہ ! اس گدھے کو غارت کر ۔ اتفاقاً مُغل کی باربرداری کا بیل مر گیا ۔ تد اُس[1] نے کہا کہ سبحان اللہ ! چند سال خدائی کردی ہنوز گاؤ و خر را نشناختی ۔

نقل ۳۲

ایک عورت دولت مند کی دو لڑکیاں تھیں ۔ بڑی ڈیل کی بھاری اور چھوٹی چھچھوری ۔ جب وہ مرگئی تب بڑی ماں کے

۱- اصل متن میں 'اُس' کی جگہ بھی 'مغل' تھا ۔ غلط نامے میں اس کی اصلاح کی گئی ہے ۔

مال کی مالک ہوئی - چھوٹی نے چاہا کہ میں اپنا حصہ لوں اور جُدی[۲] ہو کر رہوں - بڑی نے دو چار عورتیں جمع کر کے یہ بات کہی کہ بی بیو! اس صورت پر یہ نخرا مانگتی ہے - چھوٹی بولی چل اتنی شیخی مت کر - ایک توے کی روٹی کیا چھوٹی کیا موٹی -

نقل ۳۳

ایک روز نواب سیف خاں ہاتھی پر سوار تھے اور لڑکا ان کا سامھنے بیٹھا تھا - کسی آزاد نے سوال کیا کہ او بابا سیفو! ایک آدھ چٹا اِس فقیر کو دلوا - نواب نے تو سن کر منہ پھیر لیا ، پر لڑکے نے ایک اشرفی جیب سے نکال اس کے ہاتھ دی - فقیر خوش ہو کر بولا ، سیف تو پٹ پڑی پر نیمچے نے کاٹ کیا -

نقل ۳۴

ایک امیر پالکی پر سوار چلا جاتا تھا - کسی مُفلس نے اسے ایک ڈھیلا مارا - اس نے اپنے آدمیوں سے کہا اِسے دو روپے دو - انھوں نے کہا یہ کیا! اس نے ڈھیلا مارا ، آپ روپے دیتے ہیں - بولا کہ اس نے مجھے درخت بارور سمجھ کے ڈھیلا مارا ہے اور میرا پھل روپیا ہے -

نقل ۳۵

ایک دن سعادت خاں بادشاہ کے مُجرے کو جاتا تھا - قریب دیوان عام کے امیر خاں سے ملاقات ہوئی - سعادت خاں نے طعن کی راہ سے یہ بیت گلستان کی پڑھی :

۲- اصل متن میں ' جُدا ' چھپا تھا - غلط نامے میں 'جُدا' کو غلط اور 'جُدی' کو صحیح بتایا گیا ہے ، جو اس زمانے کے رواج کے مطابق ہے -

پسر نوح بابداں بہ نشست
خاندانِ نبوّتش گم شد

امیر خاں نے ووہیں جواب دیا کہ خاں صاحب ! یہ بھی قول سعدی کا ہے :

سگ اصحاب کہف روزے چند
پےِ نیکاں گرفت و مردم شد

نقل ۳۶

ایک سپاہی کچھ بازی لگا کر کسی بنیے کے ساتھ چوپڑ کھیلتا تھا ۔ اتفاقاً سپاہی پانچ سو روپئے ہارا ۔ تب اس نے بنیے سے فریب کیا اور کہنے لگا کہ کیوں ساھو جی ! اگر سچّل کھیلتے تو البتہ آج پانچ سو روپئے دینے آتے ۔ بنیے نے مدعا معلوم کرکے کہا ہاں صاحب ! سچ کہتے ہو ۔ میں نے بھر پائے ۔

نقل ۳۷

مُلاّ دو پیازا جب ہنڈیا میں پہنچے، لوگوں سے پوچھا کہ اس بستی کا نام کیا ہے ؟ لوگوں نے کہا ''ہنڈیا'' مُلاّ نے کہا دو پیازا ہنڈیا میں آکر اب کہاں جاوے ۔ پس وہیں مقام کیا ۔ بعد چند روز کے عالم فانی سے کوچ کیا ۔

نقل ۳۸

ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ میں تین باتیں کہتا ہوں تو تینوں کا جواب ایک بات میں دے : روٹی جلی کیوں ؟ گھوڑا اڑا کیوں ؟ اور پان سڑا کیوں ؟ وزیر نے کہا جہاں پناہ ! پھیرا نہ تھا ۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور مرتبہ زیادہ کیا ۔

نقل ۳۹

کسی نے لومڑی سے کہا کہ تجھے گوشت پیٹ بھر کھلاؤں
اگر پیغام گاؤں کے کتّوں کو پہنچا دے ۔ روباہ بولی کہ اس معاملے
میں فائدہ بہت ہے جو میرا گوشت بچے ۔

نقل ۴۰

کسی نے ایک سے پوچھا اگر کوئی اونچے سے گرے تو کیا ہو ؟
کہا کہ اونچے کا گرا سنبھل سکتا ہے پر نظروں کا گرا ہوا نہیں
سنبھل سکتا ۔

نقل ۴۱

اورنگ زیب جب دکّھن کی مہم پر تھے، تب کسی عورت
نے تاسّف سے اپنے خاوند کے خط میں یہ دوہا لکھا :

برہ بِتھا کی تاپ میں ورگ بھرآوے نیر[1]
سب کے کنت بٹور کے لے گئے عالمگیر

اتفاقاً وہ خط پکڑا گیا اور بادشاہ کی نظر مبارک سے گزرا ۔
تد یہ دوہا بادشاہ نے دستخط خاص سے لکھ کر الٹا روانہ کیا :

بیٹھ رہو سنتوکھ کر من میں راکھو دھیر[2]
سائیں سے منتی[3] کرو جو بھوریں عالمگیر

نقل ۴۲

ایک شخص کسی کا فوجدار تھا ۔ وہاں سے تغیر[4] ہو کر
گھر کو چلا ۔ رستے میں وہاں کے زمیندار نے آسے لوٹا اور باندھ کر

۱۔ تپ فراق سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے ۔
۲۔ صبر کر کے بیٹھو اور تحمل سے کام لو ۔
۳۔ اللہ سے دعا مانگو کہ عالمگیر لوٹ کر آئیں (منتی = بنتی = ونتی) (سنسکرت)
۴۔ رومن میں اس لفظ کو tugheer لکھا گیا ہے ۔

مارنے لگے ۔ اُس نے کہا کل کی بات ہے ، تم سب آ کر مجھ کو سلام کرتے تھے ، آج مُجھے مارتے ہو ۔ اُن میں سے ایک بولا ''تم نے یہ بات نہیں سنی ہے : اُترا شحنہ مَر دَک نام ۔

نقل ۴۳

ایک شخص گھوڑے پر چلا جاتا تھا ۔ اتفاقاً گھوڑا سیخ پا ہوا ، وہ گر پڑا ۔ ایک شخص کھڑا دیکھتا تھا ۔ اُس سے[1] کہنے لگا کہ تم کیسے چڑھتے ہو جو گر گر پڑتے ہو ۔ بولا تم نے نہیں سنا ، جو چڑھے گا سو ِگرے گا ۔

نقل ۴۴

ایک وزیر نے کسی شخص سے سُوال کیا کہ مجھے کچھ دے ۔ اس نے گالیاں دیں ۔ وہ بولا اچھا بابا! جیسا دوگے ویسا پاؤگے ۔

نقل ۴۵

ایک بھوکا[2] قاضی کے یہاں گیا ۔ کہنے لگا میں بھوکا ہوں ۔ کچھ مجھے دو تو کھاؤں ۔ قاضی نے کہا کہ یہ قاضی کا گھر ہے ، قسم کھا اور چلا جا ۔

نقل ۴۶

ایک شخص مٹھی میں گیہوں لیے چلا جاتا تھا ۔کسی نے پوچھا تمہارے ہاتھ میں کیا ہے بولا ''جان آدم'' اس نے کہا ''دیکھیں'' اس نے دکھا ِدیے ۔

۱- .اردو میں یہاں 'اسے' لکھا ہوا ہے ، لیکن رومن میں oos se ہے اور دیو ناگری میں उस मैं بعض نقلوں میں 'اسے' کے س پر تشدید ہے جو غالباً یہاں چھپنے سے رہ گئی ہے ۔

۲- اصل متن میں یہاں بھوکھا ہے ۔ رومن اور دیو ناگری میں بھی لفظ کا املا اس کے مطابق ہے ۔

نقل ۴۷

کسی نے کتّے سے پوچھا کہ تو رستے[1] میں کیوں پڑا رہتا ہے؟ بولا کہ نیک و بد کے پہچاننے کے واسطے۔ اُس نے کہا تو کیوں کر معلوم کرتا ہے؟ بولا جو بھلا ہے سو مجھے کُچھ نہیں کہتا اور جو بُرا ہے سو ٹھوکر مار جاتا ہے۔

نقل ۴۸

ایک شخص کوٹھے پر سے گرا، اُس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ تب اُسے پالکی پر ڈال کے لے چلے کہ یکایک پالکی کا بانس ٹوٹ گیا۔ ایک اُسی کے رفیقوں میں سے بولا کہ یہ عجب طرح کی بات ہے۔ وہیں کہا اُس نے کہ اس کا کُچھ اچنبھا نہیں، کِس واسطے کہ یہ مثل مشہور ہے کانے چوٹ کنونڈے بھینٹ۔

نقل ۴۹

دو شخص آپس میں متّفق ہو کر روزگار کے واسطے کِسی ملک کو چلے جاتے تھے کہ راہ میں اُن کو ایک توڑا ہزار اشرفی کا مِلا۔ دونوں بہت خوش ہو کر اپنے گھر کو آئے اور تھوڑے دنوں میں در و بَست اُڑا دیا۔ موافق اس مثل کے، مال مفت دل بے رحم۔

نقل ۵۰

نقل ہے کہ ایک آزاد کسی مسجد میں بیٹھا ہوا بھنگ رگڑ رہا تھا۔ ایک حبشی نے اپنی کھڑکی سے دیکھ کر کہا کہ اے بے وحدت! یہ خانۂ خدا ہے۔ یہاں سر جُھکاتے ہیں اور ماتھا رگڑتے ہیں، تو سبزی گھونٹتا ہے؟ اس نے سر اُٹھا کر کہا کہ

[1] رومن اور دیو ناگری متون میں بھی راستے نہیں 'رستے' ہے اور بے تکلف روزمرہ کے مطابق ہے۔

استغفراللہ ! آئینہ تو دیکھ ۔ انھیں خوش آمدوں سے منہ کالا ہوا ہے ۔

نقل ۵۱

ایک شخص نہایت عابد و پرہیزگار تھا اور اُسی کا بیٹا اتنا ہی خراباتی و بدکار ۔ ایک نے اس کے بیٹے کو دیکھ کر کسی سے پوچھا کہ یہ کس کا لڑکا ہے، جو اتنا آوارہ ہے ؟ اُس نے کہا ''فلانے کا ۔'' تب وہ بولا 'بوڑا[1] بنس[2] کبیر کا جب اُپجا[3] پوت کمال' ۔

نقل ۵۲

نقل ہے کہ ایک شخص دریا میں ڈوبتا تھا ۔ کئی آدمیوں کو کنارے پر دیکھ کر لگا پکارنے کہ ' ارے یارو ! مجھے نکالو ' نہیں تو جگ ڈوبا ؟ لوگوں نے اُسے دریا سے نکال کر پوچھا کہ جہان کیونکر ڈوبتا ۔ اس نے کہا کہ تم بڑے بے وقوف ہو ، کیا تم نے یہ مثل بھی نہیں سنی ہے ۔ 'آپ ڈوبے تو جگ ڈوبا' ۔

نقل ۵۳

ایک شخص کو ایک چیز درکار تھی ۔ اس نے راستے میں ایک راہی سے کہا ۔ وہ بولا کہ وہ چیز میرے گھر ہے ۔ اگر اس کی قیمت فیصل ہو تو میں دکھا دوں ۔ اُس نے کہا کہ میں اُسے دیکھوں تو اُس کا مول ٹھہراؤں ۔ وہ کہنے لگا کہ پہلے مول ہو لے تو میں دکھلاؤں ۔ تب وہ بولا کہ یہ وہی نقل ہے 'گھر گھوڑا نخاس مول' ۔

۱۔ ڈوبا ۔
۲۔ خاندان ۔
۳۔ پیدا ہوا ۔

نقل ۵۴

دو آدمی آپس میں لڑتے تھے ، ایک شخص چھڑانے لگا ۔ تب اُن دونوں نے کہا کہ توکون ہے جو چھڑاتا ہے ۔ ہم جانیں ہمارا کام جانے ۔ تب اُس نے کہا مجھے کیا ! تم لڑا کرو ۔ 'گوشتِ خر دندانِ سگ' ۔

نقل ۵۵

ایک بنیے کا بیٹا اجنبی سپاہیوں میں بیٹھ کر شکوہ کرتا تھا کہ میں ایسا تیر لگاتا ہوں کہ ترازو ہو جاتا ہے ۔ ایک شخص اُس کے جان پہچانوں میں سے وہاں آ نکلا ۔ اُس کی یہ بات سن کر کہنے لگا کہ تیری وہی نقل ہے 'باپ نہ ماری پیدڑی بیٹا تیر انداز' ۔

نقل ۵۶

دو مرد آپس میں دوستی رکھتے تھے ۔ ایک اُن میں سے نہایت شریر تھا ۔ وہ جب تب اُس دوسرے کو چھیڑتا اور دھول چھکڑ[1] مارا کرتا ۔ دوسرے نے خفا ہو کر ایک مٹھ ایسا مارا کہ اُس کا سر پھوٹ گیا ۔ وہ بولا تو نے کیا کیا ۔ اُس نے کہا تو نے یہ مثل نہیں سُنی ۔ سو سنار کی نہ ایک لُہار کی ۔

نقل ۵۷

ایک بھاٹ کسی لوہار[2] کو گالیاں دیتا تھا ۔ اُس نے اُس کو خوب سا مارا ۔ وہ کوتوال کے یہاں نالشی ہُوا ۔ اس نے پوچھا کہ تجھے کس واسطے مارا ہے ۔ بولا وہ[3] میں نے گالی دی تھی ۔ تب

۱۔ اب یہ مرکب متروک ہے ۔

۲۔ یہ لفظ کئی نقلوں میں آیا ہے اور ہر جگہ 'لہار' لکھا گیا ہے ۔ رومن میں loohar لکھا گیا ہے اور دیو ناگری میں लुहार

۳۔ رومن اور دیو ناگری کے متون میں بھی ''بولا وہ'' ہے ۔

کوتوال نے کہا کہ چل یہاں سے جاتا رہ ۔ کیا تو نے یہ مثل نہیں سنی ۔ کسی کا منہ چلے کسی کا ہاتھ ۔

نقل ٥٨

کسی شہر میں ایک مفلس بے روزگار آپڑا پھرتا تھا ۔ ایک شخص نے اس سے[1] کہا کہ تم اس شہر میں کیوں حیران پھرتے ہو؟ اگر پچھم کو یا دکھن جاؤ تو دو روپے روز کے نوکر ہو ۔ اس نے کہا کہ جو ایسی بات کہتے ہو ، شاید تم نے یہ مثل نہیں سنی ؟ پچھم جاؤ یا دکھن ، کرم کے وہی لچھن ۔

نقل ٥٩

ایک بڑے آدمی نے اپنے کسی دوست سے کہا کہ جتنے ناموں میں 'بان' آتا ہے ، مثل فیل بان ، سار بان وغیرہ سب بدذات ہیں ۔ اس نے کہا 'ہاں مہربان! سچ کہتے ہو' ۔

نقل ٦٠

ایک اونٹ اور گدھے سے[2] نہایت دوستی تھی ۔ اتفاقاً دونوں کو سفر درپیش ہوا ۔ درمیان راہ کے ایک ندی ملی ۔ پہلے اونٹ پانی میں پیٹھا ، اس کے پیٹ تک پانی ہوا ۔ کہنے لگا اے یار ! ادھر آؤ ، پانی تھوڑا ہے ۔ گدھا بولا سچ ہے ، تیرے شکم تک ہے ، تجھے تھوڑا معلوم ہوتا ہے لیکن میری پیٹھ تک ہوگا ۔ میں ڈوب جاؤں گا ۔

١- اردو میں ''اسے'' چھپا ہے ۔ دیو ناگری اور رومن میں ''اس سے'' ہے اور یہی قابل ترجیح ہے ۔
٢- آج کل 'سے' کی جگہ 'میں' لکھیں گے ۔

نقل ۶۱

ابراهیم ادھم بادشاہ نے خواب دیکھا کہ ایک شخص کوٹھے پر کچھ ڈھونڈھتا ہے[۱] - پوچھا کہ اے عزیز! تو کیا ڈھونڈھتا ہے - کہا میرا اونٹ کھو گیا ہے - بادشاہ نے کہا تو کیا احمق ہے، جو بالا خانے پر اونٹ ڈھونڈھتا ہے - اس نے کہا بےوقوف تو ہے جو بادشاہت میں خدا کو ڈھونڈھتا ہے - کہتے ہیں کہ اسی روز سے بادشاہ نے سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی -

نقل ۶۲

ایک بادشاہ نے تین شخص کو بلا کر پوچھا کہ تم کیا کام کرتے ہو - ایک نے کہا کہ میں چور ہوں، چوری خوب کرتا ہوں - دوسرے نے کہا کہ میں شرابی ہوں، شراب خوب پیتا ہوں - تیسرے نے عرض کی کہ جہاں پناہ! میں جواری ہوں، جوا خوب کھیلتا ہوں - اگر فرمائیے تو ایک داؤ میں آپ کی ساری سلطنت کو لگا دوں - بادشاہ نے چور اور شرابی کی جان بخشی کی اور اس جواری کی گردن ماری -

نقل ۶۳

ایک شخص نے اندھے سے پوچھا کہ تم کھیر کھاؤ گے؟ اس نے کہا کھیر کیسی ہوتی ہے کہا سفید ہوتی ہے - پھر اس نابینا نے پوچھا سفید کیسا ہوتا ہے تب اس شخص نے کہا جیسا بگلا - اندھے نے کہا بگلا کیسا ہوتا ہے اس نے اپنا ہاتھ ٹیڑھا کرکے کہا بگلا ایسا ہوتا ہے -

---

۱- ڈھونڈنا اور ڈھونڈھنا دونوں صحیح ہیں - لیکن ''نقلیات'' کی مختلف نقلوں میں املا کی موخرالذکر صورت اختیار کی گئی ہے -

اندھے نے ٹٹول کر کہا کہ ایسی کھیر نہ کھا سکوں گا ۔ حلق میں پھنس جائے تو مر جاؤں گا ۔

نقل ۶۴

ایک دن مچھروں نے حضرت سلیمان سے نالش کی کہ ہوا ہم کو بہت ستاتی ہے ۔ رہنے نہیں دیتی ۔ پیغمبر نے اس بات کے سنتے ہی ہوا کو بُلایا ۔ اس کے آتے ہی مچھروں نے اپنی راہ لی ۔ جب ہوا حضرت سے رخصت ہوئی پھر مچھروں نے آکر داد بیداد کی ۔ حضرت نے فرمایا کہ اُس کے آتے ہی تُم سب بھاگ جاتے ہو ۔ بغیر مقابلے دونوں کے عدالت کیونکر کروں ۔

نقل ۶۵

ایک شُہدے کے گھر میں آگ لگی ۔ وہ جوئے خانے میں پھڑ پر بیٹھا موٹھ کھیل رہا تھا ۔ کسی سے یہ احوال سُن کر دوڑا اور آکر دیکھے تو تمام اسباب جَل کر خاک ہو گیا ہے کہ ایک تنکا بھی باقی نہ رہا تھا ۔ شُہدا گھبرایا اور آسمان کی طرف دیکھ کر لگا کہنے ۔ واہ واہ ! اللہ صاحب ! تمھیں ہمارے ہی جھونپڑے کو جَلانا تھا ۔

نقل ۶۶

ایک سمرقندی بڑی داڑھی والا ، بیٹے کو لیے ایک مجلس میں آ بیٹھا ۔ وہاں تعریف ہر ایک جگہ کے میووں کی ہو رہی تھی ۔ سمرقندی کے بیٹے نے کہا ہمارے ملک میں ایک قسم[1] انگور ہے اسے ریش بابا کہتے ہیں ۔ تمام انگوروں سے وہ بہتر ہوتا ہے ۔

۱- تینوں مُتون میں یہ جملہ یوں ہی ہے ۔ مراد ایک قِسم کا انگور ہے ۔ قسم کے نیچے زیر بھی ہے ۔

اس میں ایک خراسانی تھا ، آن نے کہا میرے شہر میں ایک ذات کا انگور ہے کہ آس کو خایۂ غلاماں کہتے ہیں اور تمھارے ریش بابا سے خوب ہے ۔

نقل ٦٧

چند دھقانی ایک عامل کے واسطے بادشاہ کے پاس آئے اور اپنا انصاف چاھا ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ھارے نوکروں میں کوئی ویسا عادل نہیں ، وہ سر سے پاؤں تک عدل سے بھرا ھوا ہے ۔ آن دھقانیوں میں ایک لطیفہ گو تھا ۔ آس نے کہا مناسب ہے کہ اس کا ایک ایک عضو ٹکڑے ٹکڑے کرکے شہر بشہر بھیج دیجیے جو تمام مُلک عدل سے بھر جاوے شاہ کو یہ لطیفہ پسند آیا اور حاکم کو تغیر[1] کیا ۔

نقل ٦٨

ایک آزاد نے حبشی سے سُوال کیا او بے کوئلے کی صورت! کچھ خدا کی راہ پر ہمیں دے ۔ حبشی نے گالی دی ۔ آس آزاد نے جواب دیا کہ چٹختا کیا ہے ۔ اس لطیفے پر حبشی نے ایک روپیا[2] دیا ۔ تب آس آزاد نے دُعا دی ۔ ''لال رہ'' ۔

نقل ٦٩

ایک بھلا آدمی کہیں نوکر تھا ۔ بہت روز گزر گئے کہ گھر کی کچھ خبر نہ لی تھی ۔ تب اس کی بیوی نے انتظاری کھینچ کر ایک آدمی کو بھیجا ۔ خفگی کے مارے کہہ دیا کہ

۱۔ عبارت میں تغیُر بروزن تخیل ہے اور رومن اور دیوناگری متون اس کی تائید کرتے ہیں ، یہی صورت نقل نمبر ۴۳ میں بھی ہے ۔ دونوں جگہ تغیُّر ہونا چاہیے تھا ۔

۲۔ اصل متن میں روپیا اسی طرح لکھا گیا ہے ۔

میاں سے کہنا بی بی تمھاری رانڈ ہوئی - اُس نے جا کر یہی کہا - یہ خبر سُن کر رونے لگا - جو لوگ وہاں حاضر تھے ، پوچھنے لگے کہو صاحب ! کیوں روتے ہو کہا کیا بتاویں' جورو رانڈ ہوئی - انھوں نے کہا تم تو جیتے جاگتے بیٹھے ہو - جورو رانڈ کس طرح ہوئی'' ؟ کہا ''سچ ہے ، لیکن گھر کا آدمی آیا ہے ، جھوٹ[1] نہیں کہے گا -

نقل ۷۰

ایک کایتھ[2] اور اُس کا غلام دونوں ایک گھر میں سوتے تھے- لالا نے کہا رام چیرا ! دیکھ تو پانی برستا ہے یا کُھل گیا - اُس نے کہا برستا ہے - پوچھا تو کس طرح جانتا ہے -[3] تیں تو پڑا سوتا ہے - کہا بلی آئی تھی ، اس کو میں نے ٹٹولا تھا ، بھیگی تھی کہا چراغ بُجھا دے کہا منہ ڈھانپ کے سو رہو ، اندھیرا ہو جائے گا پھر کہا دروازہ بند کر دے - کہا بھیّا جی ! دو کام ہم نے کیے ، ایک کام تم کرو - غرض ایسا حُجتی اور مست تھا کہ آخر نہ اٹھا ، پڑا پڑا جواب دیتا رہا -

نقل ۷۱

ایک مُسلمان بیمار تھا - غلام سے کہا کہ فلانے حکیم کے پاس جا کر دوا لا - اُس نے کہا شاید حکیم جی اِس وقت گھر

۱- اصل متن میں 'جھوٹھ' ہے - ھندی میں عموماً جھوٹ کے مقابلے میں اس صورت کو اور اس کے مشتقات جھوٹھا - جھوٹھن - جھوٹھائی وغیرہ کو ترجیح دی جاتی ہے -

۲- اُردو میں عموماً کایستھ ہے - ھندی میں دونوں صورتیں مروج ھیں -

۳- ہونا چاہیے تھا ''تجھے کیسے معلوم ہوا ؟'' یہ صورت بالکل انگریزی کے مطابق اور اُردو محاورے کے خلاف ہے -

میں نہ ہوویں ۔ کہا ہوں گے ، جا ۔ تب اس نے کہا اگر ملاقات بھی ہووے لیکن دوا نہ دیں ۔ تد کہا رقعہ ہمارا لے جا ۔ البتہ دیں گے پھر کہا کہ جو اُنھوں نے دوا بھی دی ، اگر فائدہ نہ کرے ۔ کہا اے کم بخت ! ہیں بیٹھا تمہیدیں باندھا کرے گا یا جائے گا ۔ کہا صاحب! فرض کیا کہ اگر فائدہ بھی کرے تو حاصل کیا ۔ آخر ایک دن مرنا برحق ہے ، جیسا اب مرے ویسا تب ۔

نقل ۴۲

ایک مُغل ولایت زا ہندوستان میں آ کر بڑا آدمی ہُوا ۔ ایک روز اُس کے یہاں ناچ ہوتا تھا ۔ رنڈیاں یہ خیال گارھی تھیں۔ ’ رنگیلی ، چھبیلی دلہن ‘ کسی نے پوچھا کہ آغا صاحب ! آپ سمجھتے ہیں یہ[1] کیا گاتی ہیں ۔ کہا بلے ! چرا نمی فہم ۔ من عرصۂ دو سال در ہندوستانم ۔ می خوانند چھبیلی رنگیلی[2] ، یعنی شش گربۂ رنگین ۔

نقل ۴۳

ایک روز ہارون رشید بادشاہ کے مُنہ پر مکھّی آن کر بیٹھی ۔ وہ دِق ہوا اور اپنے ایک مصاحب سے پوچھا کہ خلقت مکھّی کی حق تعالیٰ نے کِس واسطے بنائی ۔ اُس نے کہا جہاں پناہ ! مُتکبّروں کی نخوت کے توڑنے کو ۔ بادشاہ سن کر چپ ہو رہا ۔

۱۔ اصل متن میں اس جگہ ’’یے‘‘ لکھا ہوا ہے اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ یہاں ’’یہ‘‘ کئی رنڈیوں کے لیے استعمال ہوا ہے ۔

۲۔ عبارت میں اس جگہ ’’چھ بلی ، رنگیلی‘‘ ہوتا تو لطیفے کا رنگ پوری طرح نکھرتا لیکن رومن اور دیو ناگری متون میں بھی وہی صورت ہے جو اُردو کے متن میں ۔

نقل ۴۴

ایک لوطی مفلس خُراسان کے چوک میں واسطے گدائی کے گیا تھا - اتنے میں کسی امیر کی سواری بڑی دھوم دھام سے نکلی- اُس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے جو اس شان سے آتا ہے - ایک راهی نے کہا کہ یہ بندۂ بادشاهی ہے - لوطی نے آسان کی طرف سر اُٹھا کر کہا کہ اے خدا! بندہ پروری اِس بادشاہ سے سیکھ کہ ہم محتاج نہ ہوں -

نقل ۴۵

کسی بادشاہ کی تین جوروان تھیں ؛ مُسمّات جہاں بیگم ، حیات بیگم ، فنا بیگم - اُس سے ایک آزاد نے سوال کیا کہ اپنی ایک بیگم مُجھے دو - بادشاہ نے محل میں جا کے جہاں بیگم سے سوال کیا - اُس نے جواب دیا :

تو پادشاہِ جہانی جہاں ز دست مَدہ
کہ پادشاہِ جہاں را جہاں بکار آید

بعدہٗ حیات بیگم سے کہا ، اُس نے کہا :

جہاں خوش است و لیکن حیات می باید
دگر حیات نہ باشد جہاں چہ کار آید

بعد اُس کے فنا بیگم سے کہا - اُس نے بھی یہ بیت پڑھی :

جہان و حیات و همه بے وفاست
فنـا را نگهدار آخـر فنـاست

بادشاہ نے یہ بیتیں آزاد کو سنائیں - وہ بہت خوش ہوا اور کہا کہ بیگات تمھاری تم کو مبارک رہیں ، امتحان منظور تھا سو ہوا -

نقل ٧٦

ایک پرتھوی پت نے آپنو پُتر کا ہو گُرو کو سونپیو کہ یاھے جوتِش بدّیا سکھاؤ۔ جب وا ماھیں نپون ہوئے تب میرے نکٹ لیاؤ۔ گُرو نے ات پر سرم او کرپاتیں جتیک پرکار وا بدّیا کے ھے اچھی بھانت پڑھائے۔ جب دیکھیو کہ چھوھرا نیکیں جان چکو تب سنمکھ آ نویدن کیو کہ مہاراج راج کُنور جوتِش بدّیا ماھیں پری پکّ بھیو، جد چاھو تد پرکشالیو۔ کہیو کہ ابھی بُلاؤ۔ چھوھرا آیو او مریا دسوں ٹھارھو رھیو۔ نرپت نے مُندری موٹھی ماھیں لئی اور پوچھیو کُھو بابا جو ھمارے کر میں کیا ھے، وا نے کہیو کچھ گول وست ھے۔ وا میں چھدّر او پاکھاں ھوں ھے۔ مہاراج نے کہیو وا کو نام کیا ھے کہیو چاکی کو پاٹ بھوپت گُرو کی اور دیکھن لاگے۔ وا نے نویدن کیو ”پرتھوی ناتھ! بدّیا کو گھات ناھیں بُدّھی کی بھول ھے۔

نقل ٧٧

ایک راجا نے اپنا لڑکا کسی جوتکی[1] کو سونپا جو اسے جوتِک سکھاؤ۔ جب اُس میں یہ پورا ھو تو میرے پاس لاؤ۔ پانڈے نے بڑے پیار اور دُکھ سے جتنی باتیں اس کی تھیں سو اُسے اچھے ڈھب سے سکھائیں۔ جب دیکھا وہ لڑکا بڑا گُنی ھوا تب راجا کے سامھنے جا کر کہا مہاراج! آپ کا بیٹا اب جوتِک میں چوکس ھوا، جب چاھیے اس کو جانچ لیجیے۔ راجا نے یہ

١۔ سنسکرت میں ज्योतिष ھے۔ ھندی میں جوتِس، جوتِک اور جوتش تینوں رائج ھیں لیکن جوتک زیادہ عام ھے۔ اردو میں جوتش مروج ھے۔ اس جگہ جوتشی کی جگہ جوتکی ھندی کے رواج اور محاورے کے مطابق ھے۔

سنتے ہی کہا ابھی بُلاؤ - لڑکا آیا اور ہاتھ جوڑ کے کھڑا رہا - راجا نے اپنے ہاتھ کی انگوٹھی مُٹھی میں لے کر پوچھا کہو بیٹا! ہمارے ہاتھ میں کیا ہے اس نے کہا کچھ گول گول سا ہے جس میں چھید اور پتھر بھی ہے راجا نے کہا اُس کا نانو[۱] کیا ہے بولا چکّی کا پاٹ - تب راجا جوتکی کے مُنہ کی اور تاکنے لگا - وہیں وہ ہاتھ جوڑ کر بولا مہابلی! گُن کا کچھ دوس نہیں - یہ مت کی چوک ہے -

نقل ٨٧

ایک سلطان نے اپنا لڑکا کسی معلّم کے حوالے کیا کہ اسے علم نجوم سکھاؤ - جب اس میں کامل ہو، تب میرے پاس لاؤ - ملاّ نے بڑی محنت اور شفقت سے جتنے مدارج اُس علم کے تھے، اچھی طرح پڑھائے - جب دیکھا کہ لڑکا ماہر ہو چُکا تب حُضور میں عرض کی کہ خلفِ رشید آپ کا نجوم میں فائق ہُوا، جب چاہیے تب امتحان لیجیے - ارشاد کیا کہ ابھی بُلاؤ - لڑکا آیا اور آداب بجا لایا - مَلِک نے انگوٹھی مُٹھی میں لی اور پوچھا کہو بیٹا! ہمارے ہاتھ میں کیا ہے کہا کچھ شے مُدوّر سی حلقے کی صورت اور اُس میں پتھر بھی ہے حضرت نے کہا اُس کا اِسم کیا ہے کہا چکّی کا پاٹ سلطان نے معلم کی طرف دیکھا - اُس نے عرض کی کہ قبلۂ عالم! عِلم کا قُصور نہیں، یہ عقل کا نُقصان ہے -

---

۱- اس لفظ کا عام تلفظ ناؤں یا ناؐنوں ہے - متن میں اس کی صورت "نانو" ہے -

نقل ۷۹

ایک بادشاہ نے اپنا لڑکا کسی آخون کو سپرد کیا کہ اِسے ستارہ شناسی سکھاؤ - جب اُس میں پُختہ ہو چُکے، تب میرے پاس لاؤ - اُستاد نے نپٹ پیار سے جتنی باریکیاں اُس کی تھیں، بخوبی سکھائیں - جب دیکھا کہ لڑکے نے خوب دستگاہ پیدا کی، تب جہاں پناہ سے گزارش کی کہ شہزادہ ستارہ شناسی میں یگانۂ روزگار ہوا، جب چاہیے آزمائش کیجیے - فرمایا کہ ابھی بُلاؤ - لڑکا آیا اور بندگی بجا لایا - بادشاہ نے انگوٹھی مٹھی میں لی اور پوچھا کہو بابا! ہمارے ہاتھ میں کیا ہے کہا کُچھ چیز گرد سی ہے - اُس میں سوراخ اور سنگ بھی ہے - جہاں پناہ نے کہا کہ اس کا نام کیا ہے - کہا چکی کا پاٹ - بادشاہ اُستاد کا منہ دیکھنے لگے - اس نے ہاتھ باندھ کر کہا کہ جہاں پناہ! ہُنر کی کوتاھی نہیں - یہ دانائی کی کمی ہے -

نقل ۸۰

کسی بادشاہ نے اپنا فرزند ایک مُعلّم کو سونپا کہ اس کو علم نجوم سکھاؤ - جب اس میں لاثانی ہو تو آپ حضور میں لاؤ - آخون نے بڑی شفقت اور محنت سے جتنے مراتب اُس علم کے تھے خاطر خواہ جتائے - جب دیکھا کہ لڑکے کو اُس علم میں خوب مہارت ہو چکی، تب حضور میں آ کر عرض کی کہ جہاں پناہ! شہزادہ اب نجوم میں لائق و فائق ہوا - جب مرضیٔ مبارک میں آوے تب اُس کا امتحان لیجیے - فرمایا کہ اسی وقت حاضر کرو - حُکم کے ساتھ ھی لڑکا آ پہنچا اور بادشاہ کی خدمت میں آداب بجا لایا - حضرت نے اپنے دستِ مبارک کی انگوٹھی مُٹھی میں لے کر فرمایا - بوجھو تو ہماری مٹھی میں کیا ہے - لڑکے نے عرض کی کہ پیر و مُرشد! کچھ گول گول سا ہے - اُس میں

سوراخ اور پتھر بھی نظر آتا ہے ۔ حضرت نے کہا اس کا نام کیا ہے لڑکا بولا چکی کا پاٹ ۔ تب عالم پناہ معلّم کے چہرے کی طرف دیکھنے لگے ۔ اُس نے عرض کی کہ خداوند ! علم کا نقص نہیں ، یہ عقل کی کوتاہی ہے ۔

نقل ۸۱

ایک عرب کی دو لونڈیاں تھیں ۔ ایک ثیّبہ خوبصورت ، دوسری باکرہ بدصورت ۔ دونوں کو بیچنے کے واسطے بازار میں لے گیا ۔ ایک خریدار باکرہ کی طرف راغب ہوا ۔ ثیّبہ نے دیکھ کر کہا اَلْفَرقُ بینی و بینھا بلیلَۃ واحدۃ ، یعنی تفاوت مجھ میں اور اُس میں ایک رات کا ہے ۔ مُشتری مقولہ اُس کا سن کر خوش ہوا اور خریدنے لگا ۔ باکرہ نے معلوم کر کے کہا لیلۃُ القدر خیرٌ من اَلفِ شھرٍ یعنی شب قدر بہتر ہے ، ہزار مہینے سے ۔

نقل ۸۲

ایک نان بائی روٹیاں پکا پکا رکھتا جاتا تھا ۔ ایک مُسافر اُس کے پاس آ بیٹھا ، لگا کھانے ۔ اُس نے کہا تو میری روٹیاں کیوں کھاتا ہے ۔ بولا کیا تُم نے یہ بات نہیں سُنی ہے توے کی تیری ، تغاری کی میری ۔

نقل ۸۳

ایک موٹے کنگڑے[1] نے ایک دُبلے پتلے کو پکڑ خوب سا مارا ۔ کسی نے پوچھا کہ تو نے اس کی کیا تقصیر کی تھی جو اس نے تجھے مارا ۔ بولا تقصیر تو کچھ بھی نہیں کی ۔ یہ وہی نقل ہے کہ دبلے ماریں شاہ مدار ۔

۱- موٹا تازہ مضبوط آدمی ۔

نقل ۸۴

ایک مُلاّ جب اپنے لوگوں سے آزردہ ہوتا تو کہتا میں کسی مُلک کو چلا جاؤں گا ۔ آخرش ایک روز نہایت رنجیدہ ہوکر بولا کہ لو میں اب جاتا ہوں ۔ آن کے گھر کے نزدیک ایک مسجد تھی ۔ وہاں جا کر بیٹھ رہا ۔ ایک نے آس سے کہا کہ تُم تو اس شہر سے جاتے تھے ۔ بولا کہ تم نے یہ مَثل نہیں سنی ہے ۔ ”مُلاّ کی دوڑ مسیت تک“[1] ۔

نقل ۸۵

ایک حکیم نے اپنے لڑکے کو نصیحت کی اور بعد آس کے لڑکے سے پوچھا کہ میں نے جو کچھ کہا وہ سب تو سمجھا ۔ بولا کہ کیا ۔ آس نے کہا کہ تو اب تک کہاں تھا ، جو تو نے میری بات نہ سُنی ۔ یہ کہنے لگا کہ میں اس فکر میں تھا کہ میخ جو گاڑتے ہیں آس کی مِٹی کون لے جاتا ہے ۔

نقل ۸۶

ایک غلام جاڑے کے موسم میں اپنے میاں کے پیچھے مارے سردی کے کانپتا جاتا تھا ۔ ایک بھلے مانُس نے آسے دیکھ کر کہا کہ تو جو اتنی ٹھنڈ کھاتا ہے ، اپنے میاں سے کیوں نہیں کہتا ۔ وہ بولا میاں کے آنکھیں نہیں ہیں جو میں کہوں ۔

نقل ۸۷

ایک بڈھا لوہے کا پیسا ہاتھ میں لیے چلا جاتا تھا ۔ ایک نے پوچھا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے ۔ آس نے کہا کھوٹا پیسا ہے ۔

۱- اردو میں ”ملاّ کی دوڑ مسجد تک“ ہے ۔ مسجد ، ھندی اور پنجابی میں مسیت ہے ۔ بعض لغات (جامع اللغات) میں کہاوت اس صورت میں (ملاّ کی دوڑ مسیت تک) بھی موجود ہے ۔

وہ بولا اگر کھوٹا ہے تو تُو اُسے پھینک کیوں نہیں دیتا ۔ کہنے لگا تُم نے یہ مثل نہیں سُنی ہے 'کھوٹا پیسا، کھوٹا بیٹا وقت پر کام آتا ہے' ۔

نقل ۸۸

ایک اھیر ایک بھینس لیے چلا جاتا تھا ، شہر کے باہر میدان میں ایک زمیندار حرام زادہ ایک لاٹھی لیے کھڑا تھا ۔ اُس نے اُسے تنہا دیکھ کر دھمکا کے بھینس چھین لی اور گھر کی راہ لی ۔ تھوڑی دور گیا تھا کہ ایک نے پوچھا کہ تُو اسے کہاں سے لایا ۔ یہ تو ایک مسافر کے پاس تھی ۔ وہ بولا کیا تُم نے یہ مثل نہیں سنی ۔ 'جس کی لاٹھی اس کی بھینس' ۔

نقل ۸۹

ایک مہاجن کی روکڑ کہیں جاتی تھی ۔ رستے میں قزاقوں[1] نے مار لی ۔ اُس کے ساتھ کے آدمیوں نے آ کر اُس کو خبر دی کہ روکڑ ماری گئی ۔ مہاجن نے کہا کہ تم نے کیوں جانے دی ۔ انھوں نے کہا کہ تم نے یہ نقل نہیں سنی ہے ۔ 'جس کے ہوویں چار گنڈیا دھول مار لیں چھین روپیا' ۔

نقل ۹۰

ایک فقیر نے ایک دولت مند سے سوال کیا ، اس نے ایک روپیا دیا ۔ جب وہ لے کے چلا تب اُسے بُلا کے روپیا چھین لیا ۔ فقیر کہنے لگا بابا یہ کیا ! تو نے آپ ہی دیا ، آپ ہی[2] چھین لیا اُس نے کہا سائیں ! یہ مثل نہیں سُنی ہے ۔ 'داتا کے تین گُن ، دے ، دِلا دے ، دے کے چھین لے' ۔

۱۔ اصل متن میں قضاقوں چھپا ہے ۔
۲۔ متن میں اس جگہ ''آپھی'' لکھا ہوا ہے ۔

نقل ۹۱

ایک صاحب مروّت کا بھائی نہایت شریر بدذات تھا ۔ جب تب ایسا کام کرتا کہ حاکم کے یہاں پکڑا جاتا ۔ دوسرا بھائی کچھ اپنا خرچ کر کے اُسے چھڑا لاتا ۔ یہاں تک کہ وہ غریب مفلس ہو گیا ۔ ایک نے اس سے کہا کہ بابا تو نے عبث بھائی کے واسطے اپنے تئیں برباد کیا ۔ اسے نکال کیوں نہیں دیتا ۔ اس نے کہا کیا تم نے یہ مثل نہیں سُنی ہے ''ٹوٹی بانھہ گل جنڈرے ۔

نقل ۹۲

ایک سپاہی نے بازار سے کچھ چیز مول لی اور ایک چیز اس سے بیش قیمت اٹھا لے چلا ۔ اس کے مالک نے کہا اسے کیوں لیے جاتے ہو کہنے لگا اس کی روکن[1] میں وہ بولا کہ تمھاری وہی نقل ہے 'پڑیا مول بھینس گھتونا'[2]۔

نقل ۹۳

ایک صرّاف اشرفیوں کا توڑا لیے جاتا تھا ۔ اسے دیکھ کر ایک رہ مار کا جی للچایا ۔ وہ اس کے پیچھے لگ چلا ۔ تھوڑی دور جا کے اس نے چاہا کہ توڑا چھین لے ۔ اس مابین میں کئی آدمی آ گئے ۔ انھوں نے اس کی مشکیں باندھ لیں اور کوتوال کے یہاں لے چلے ۔ کسی نے اسے دیکھ کر کہا کہ تو جب ادھر سے گیا تھا تو تیرا یہ حال نہ تھا ۔ اتنی دیر میں تو نے کیا کِیا جو باندھا گیا ۔ اس نے کہا میری وہی نقل ہے :

مکھی بیٹھی شہد پر پنکھ گئے لپٹائے
ہاتھ مَلے اور سر دُھنے لالچ بُری بلائے

۱۔ ہندی میں رُوکن اور روکَھن دونوں صحیح ہیں ، پنجابی میں بھی دونوں صورتیں رائج ہیں ۔

۲۔ گھتونا = گھاتا ، روکن ، لبھاؤ ۔

نقل ۹۴

ایک غریب مفلس ایک دن اپنے یاروں سے کہنے لگا کہ میں اگر بادشاہ ہوؤں تو تُم سب آشناؤں کو بڑا آدمی کروں ۔ اُن میں سے ایک بول اُٹھا کہ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی ۔

نقل ۹۵

نقل ہے کہ نادر شاہ جب شاہ جہان آباد میں داخل ہوا تو اس کی فوج میں کتنے مُغل شہر کی سیر کو آئے ۔ ایک اُن میں بھوکا تھا ۔ اتفاقاً کسی سابن گر[1] کی دُکان میں سابن کے بڑے بڑے ڈلے نظر آئے ۔ کہنے لگا ازیں چکتی ھائے پنیر یکے زود بمن دہ کہ بسیار گُرسنہ ام ۔ سابُن گر بولا آغا صاحب ! یہ سابُن ہے ، پنیر نہیں تب جھنجھلا کر مُغل نے کہا کہ قُرمِ[2] ساق ! غلط می گوئی ، بیار ! جب اس نے دیکھا کہ یہ عقل کا اندھا ماننے کا نہیں ، ایک ڈلا سابُن کا حوالے کیا ۔ اس نے ایک بڑا سا ٹکڑا توڑ کر منہ میں ڈال لیا ۔ سارے ہونٹ پھٹ گئے ۔ جیب تڑک[3] گئی ، تب گھبرا کے کہنے لگا ۔ اے وائے وائے ! دھنم سوختہ شد سب بازاری ہسننے لگے اور اُن[4] سے کہا کیوں مرزا صاحب اس پنیر کا مزا تو خوب چکھا نِدان شرمندہ ہو کر گردن نیچی کیے چلا گیا ۔

۱- عربی میں صابون ہے ۔ اردو میں صابن لکھتے ہیں ، سابن بہت کم مستعمل ہے ۔

۲- اصل ترکی میں بھی یہ لفظ بالکل اسی تلفظ کے ساتھ ہے ۔

۳- ہندی میں تڑکنا ہے ۔ یہ صورت کبھی کبھی اردو میں بھی استعمال ہوتی ہے ۔ ورنہ تڑقنا زیادہ رائج ہے ۔

۴- یہاں 'اُس سے' ہونا چاہیے تھا لیکن رومن اور دیوناگری میں بھی اسی طرح ہے ۔

نقل ۹٦

ایک مغل تازہ ولایت ہندوستان میں آیا تھا ۔ اتفاقاً کہیں سبزی منڈی میں جا نکلا ۔ وہاں ایک کنجڑی[1] ٹوکری میں جامنیں لیے بیچتی تھی ۔ مغل نے پوچھا اے کنجڑی ! ایں میوہ چہ نام دارد ۔ بولی مرزا جی ! ان کو جامنیں کہتے ہیں ۔ مغل کے پاس پیسہ نہ تھا جو لے کر کھاوے ۔ صورت اُن کی یاد رکھی ۔ پھرتے پھرتے کسی باغ میں آ نکلا ۔ ایک جامن کے درخت نیچے[2] کئی جامنیں پڑی تھیں اور دو چار بھونرے بھی ۔ یہ لگا انھیں چُن چُن کھانے ۔ ساتھ ہی بھونروں کو بھی لگا چبانے ۔ جب منہ میں کچر کچر لگے کرنے ، مغل بولا تم چیں کرو خواہ پیں ، میں کالا کالا ایک بھی نہ چھوڑوں گا ۔

نقل ۹۷

دو بھائیوں میں دوستی تھی ۔ ایک تھا سخی اور دوسرا سُوم ۔ جو سُوم تھا سو سخی کی جو چیز چاہتا سو لے جاتا ، وہ کچھ نہ کہتا ۔ ایک روز اس سخی کو ایک چیز درکار ہوئی اور وہ اس بخیل کے پاس تھی ۔ آس نے اس سے مانگی ۔ وہ دینے میں کچھ تامل کر رہا[3] ۔ وہ بولا کہ تمہاری وہی نقل ہے ، 'تیرا سو میرا ، میرا سو ہیں ہیں' ۔

۱۔ ہندی میں کنجڑی اور کُنجڑن دونوں صحیح ہیں ۔ اردو میں کُنجڑن کو ترجیح دی گئی ہے اور کنجڑی کو ترک کر دیا گیا ہے ۔

۲۔ تینوں عبارتوں میں ''درخت کے نیچے'' کی جگہ '' درخت نیچے'' ہی ہے ۔

۳۔ تینوں عبارتوں میں یہاں بھی یکسانی ہے ۔

نقل ۹۸

ایک کایتھ بیکاری کے سبب سے نہایت مُتردّد تھا ۔ ایک نے اُس سے پوچھا کہ تو اتنا پریشان خاطر[1] کیوں ھے ۔ اُس نے کہا بیکاری سے ۔ وہ بولا کہ تو جو اتنا غم وغصہ کھاتا ھے ، شاید تو نے یہ مَثل نہیں سُنی ؛ جیسی بہے بیار پیٹھ تب تیسی دیجیے[2] ۔'

نقل ۹۹

ایک برے آدمی کی یہ خو تھی کہ جب اپنے نوکروں پر خفا ہوتا تو اُنھیں خوب مارتا ۔ پھر بعد دو چار گھڑی کے ہر ایک کو پانچ پانچ سات سات روپے دیتا ۔ ایک روز اس نے اپنے آدمیوں کو مارا ۔ ایک نے اُن[3] آدمیوں سے کہا کہ تُم ہمیشہ مار کھاتے ہو ، کیا تمھیں اور کہیں نوکری نہیں ملتی ۔ ان میں سے ایک بول اٹھا کہ تم نے یہ مثل نہیں سُنی ، دو دھیل گائے کی دولات بھی بھلی ۔

نقل ۱۰۰

نقل ھے کہ نوّاب نے راجپوتوں کا گاؤں ، جو مالگزاری میں ہمیشہ اینڈی بینڈی بتلایا کرتے ، مار لیا ۔ ایک مغل کسی گرھست کے گھر میں سے پکّی پکائی روٹیاں اور کڑھی کی ھانڈی لوٹ میں اُٹھا لایا اور بیٹھ کر روٹیاں کھانے لگا اور کڑھی لکڑی سے چاٹنے ۔ وھاں ایک ھندوستانی بھی جا نکلا ۔ پوچھا ، کہو

۱- رومن متن میں ''پریشان'' کا نون غنہ ھے اور دیوناگری اور اردو کے متون میں نقطے کا اعلان ھے ۔

۲- بیار = ھوا ۔

۳- اصل متن میں ''اُنھ'' ھے ۔ رومن میں oon اور دیو ناگری میں उन्ह دیو ناگری کی صورت اردو کے متن کے مطابق ھے ۔

مرزا جی! کیا کھاتے ہو ۔ کہا ایں را[1] کہ من می دانم نون است ۔ امّا دریں شک دارم کہ گُبھہ طفلاں نباشد ۔

نقل ۱۰۱

ایک بھوکھا روٹی کھاتا تھا ۔ کسی نے کہا کہ تجھ سے روکھی روٹی کیونکر کھائی جاتی ہے ۔ کہا شاید تم نے یہ مثل نہیں سُنی بھوکھے کو کیا روکھا اور نیند کو کیا تکیہ ۔

نقل ۱۰۲

کسی نے اونٹ سے پوچھا کہ تجھ سے کون سا کام خوب ہو سکتا ہے ۔ بولا ''علاقہ بندی'' ۔ اُس نے کہا دُرست ! تیرے ہاتھ پاؤں کی ملایمت سے معلوم ہوتا ہے ۔

نقل ۱۰۳

ایک عزیز نور کے تڑکے کسی آشنا کے گھر گیا اور کہنے لگا کہ میں بھوکھا ہوں ، کچھ کھانا ہو تو لائیو ۔ اُس نے کہا کہ اچھا بیٹھو ، کھانا تیار کروا دیں ۔ بولا کہ کچھ باسی دھرا دھرایا ہو تو لائیو ۔ وہ بولا کہ ہمارے یہاں باسی نہیں رہتا ۔ پوچھا کس واسطے ۔ بولا باسی رہے نہ کتّا کھائے ۔

نقل ۱۰۴

ایک شاعر سے کچھ قصور سرزد ہوا ، بادشاہ نے حکم کیا کہ اس کو روبرو میرے مار ڈالو ۔ شاعر جان کے ڈر سے تھرتھرانے لگا ۔ ایک خوشامدی مصاحب بولا ''یہ کیا نامردی ہے ۔ مرد

۱۔ رومن اور دیوناگری عبارتوں میں ''ایں را'' ہے اور اردو میں صرف ''ایں'' ۔ رومن اور دیوناگری عبارتوں کی صورت قابل ترجیح ہے اس لیے میں نے وہی اختیار کی ہے ۔

کبھی نہیں روتے ۔ کہا اُس نے اگر تو وہ ہے ، میری جگہ آ اور میں تیری جگہ جاؤں ۔ بادشاہ کو یہ لطیفہ خوش آیا ، ھنس کر اس کی تقصیر معاف کی ۔ اُس نے مُخلصی پائی ، اس نے شرمندگی ۔

نقل ۱۰۵

کُبڑے سے پوچھا ''کہو ! کیا چاھتے ہو ؟ تمھاری پیٹھ سب کی سی ہو جائے یا سب کی تمھاری سی کہا ھاں ! میں یہی چاھتا ھوں کیونکہ جن[1] آنکھوں سے وے مجھے دیکھتے ھیں ، اُن سے میں اُنھیں دیکھوں ۔

نقل ۱۰۶

ایک ملاّ ہر روز بازار سے چھ روٹیاں خریدتا تھا ۔ اُس کے ایک دوست دار[2] نے پوچھا ۔ اے عزیز ! ھمیشہ چھ روٹیاں لے کر تو کیا کرتا ھے ۔ جواب دیا کہ ایک روٹی تو میں اپنے پاس رکھتا ھوں اور ایک پھینکنے میں آتی ھے اور دو اُدھار دیتا ھوں ، باقی دو سے قرض ادا کرتا ھوں ۔'' دوست نے کہا ''میں نے تمھاری بات مطلق نہ سمجھی ۔ صاف کہو جو میری فہمید میں آوے ۔ کہا ایک روٹی آپ کھاتا ھوں ، ایک خوش دامن کو ، دو بیٹا بیٹی کو اور دو ماں باپ کو کھلاتا ھوں ۔

نقل ۱۰۷

امیر تیمور جب ھند میں آیا ، تب یہ بات کہی کہ میں نے لوگوں سے یوں سنا ھے جو ھند میں راگ خوب ھوتا ھے ۔ کسی

۱- اصل عبارت میں یہاں ''جنھ'' ھے ۔

۲- دوست دار کے لغوی معنی ھیں دوست رکھنے والا ؛ پہلے دوست کے معنی میں مستعمل تھا ، اب اس طرح اس کا استعمال متروک ھے ۔

گویے کو بُلاؤ تو میں سُنوں ۔ ایک اندھی گاین بڑی لسّان بادشاہ کی خدمت میں آن حاضر ہوئی ۔ ایسا گائی جو امیر سن کر بہت خوش ہوئے ۔ اندھی کو پوچھا تیرا نام کیا ہے ۔ کہا " دولت " بادشاہ نے کہا کیا دولت بھی اندھی ہوتی ہے ۔ جواب دیا جو اندھی نہ ہوتی تو مجھ لنگڑے کے گھر کیوں آتی اس جواب سے امیر بہت راضی ہوا اور انعام جو دیا چاہتا تھا اُس سے دو چند دیا ۔

نقل ۱۰۸

ایک حجام طبیب کے پاس گیا ۔ کہا حکیم جی ! میرے پیٹ میں درد ہے ، دوا کیجیے ۔ اس نے پوچھا کہو ! آج تم نے کیا غذا کھائی تھی ۔ کہا اور تو کچھ نہیں مگر ایک جلی روٹی ۔ تب وہ اس کی آنکھوں میں دوائی لگانے لگا ۔ مریض بولا بھلا پیٹ کے درد کو آنکھوں سے کیا نسبت ۔ طبیب نے کہا پہلے آنکھوں کی دوا ضرور ہے ، کیونکہ جو آنکھیں اچھی ہوتیں تو تم جلی ہوئی روٹی ہرگز نہ کھاتے ۔